© rasailojaraid.com

اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی

تحریر: صوبیدار لطیف اللہ

اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کو موضوع سخن بنانے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلامی ریاست کی نوعیت کیا ہے؟ اس کے قیام کے کیا مقاصد ہیں؟ نیز ایک اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست میں بنیادی فرق کیا ہے؟ ان پہلوؤں کو واضح کرنے کے بعد ایک اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کو واضح کرنے میں کوئی دقت اور دشواری پیش نہیں آئے گی۔

اسلامی ریاست کی نوعیت۔ اصولی اور نظریاتی ریاست

اسلامی ریاست ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد نہ نسل پر ہے اور نہ رنگ پر ہے۔ نہ زبان پر ہے اور نہ ہی وطن پر، نہ محض معاشی مفاد کا اشتراک اس کی اساس ہے اور نہ محض سیاسی الحاق۔ اس ریاست کی اصل بنیاد یہ ہے کہ اسلامی نظریہ حیات کی علمبردار، اس کی تابع اور اس کو قائم کرنے والی ہے۔

اسلامی نظریہ حیات کیا ہے:

اسلام ایک طرف بنیادی عقائد کی شکل میں زندگی کی حقیقتوں سے انسان کو روشناس کراتا ہے اور کائنات وحیات کے بارے میں اسے صحیح زاویہ نظر عطا کرتا ہے تو دوسری طرف اسلام زندگی کا مفصل قانون پیش کرتا ہے تاکہ انسان افراط اور تفریط سے بچ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اعتدال و توازن کی بنیادوں پر استوار کرے اور کامیاب و کامران رہے۔ عقائد اور ضابطہ عمل کے اس مجموعے کا نام اسلامی نظریہ حیات ہے اور علوم عمرانی کی اصطلاح میں عقائد اور ضابطہ عمل کے اس مجموعے کو آئیڈیالوجی کہا جاتا ہے۔ جدید عمرانی لٹریچر میں یہ لفظ ایک ایسے ضابطہ فکر و عمل اور اجتماعی پروگرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جو اپنی فکری اور فلسفیانہ بنیادیں رکھتا ہو اور سیاست و تمدن و معاشرت کیلئے بھی ایک واضح لائحہ عمل پیش کرتا ہو، لغت فلسفہ میں ڈاکٹر جارج بواس اس کی یہ تعریف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں:

"عام نظریات کا کوئی ضابطہ یا کوئی ایسا پروگرام جس کی اساس فکر و فلسفہ پر ہو"

اسی طرح مشہور ماہر لسانیات ویمبسٹر اس کی یہ تعریف کرتا ہے:

"کسی تہذیبی، سیاسی یا معاشرتی تحریک کے عام منصوبے یا لائحہ عمل کا عملی بیان"(۱)

اسلامی ریاست کا مقصد

ہر ریاست کی طرح اسلامی ریاست کے لئے بھی ایک متعین علاقہ اور آبادی ہونا ضروری ہے اور اس سرزمین کی حفاظت اور اس کے رہنے والوں کی فلاح و بہبود ہر لمحہ اس کے سامنے رہتی ہے لیکن اسلامی ریاست کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہے اور ایک ایسے اصول کی داعی ہے جو تمام انسانوں کے لئے یکساں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموالصلواۃ واتوالزکواۃ وامروا بالمعروف ونھو عن المنکر. وللہعاقبۃ الامور(۲)

یہ مسلمان وہ ہیں کہ اگر ہم نے انہیں زمین میں صاحب اقتدار کردیا تو وہ نماز قائم کریں گے۔ ادائے زکواۃ میں سرگرم رہیں گے۔ نیکیوں کا حکم دیں گے۔ برائیوں سے روکیں گے اور تمام باتوں کا انجام کار خدا کے ہاتھ میں ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

لقدارسلنارسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب(۳)

"ہم نے اپنے رسول واضح نشانیاں دے کر بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل) اتاری تاکہ انسان انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے اتارا لوہا (ریاست کی قوت وجبروت) جس میں سخت خطرہ ہے اور لوگوں کے لئے بہت فوائد بھی ہیں تاکہ اللہ جان لے کہ کون اس (کے دین) کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے۔

ان قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ریاست کا مقصد دین کو قائم کرنا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا کی کتاب کے مطابق انصاف قائم کرنا، نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہے۔ یہ ریاست ایک نظریاتی اصولی اور مقصدی ریاست ہے اور اس کی اصل ذمہ داری اس اصول کی سربلندی ہے جسے قائم کرنے کیلئے یہ وجود میں لائی جاتی ہے۔

اسلامی ریاست کے عناصر ترکیبی

اسلامی ریاست کے عناصر ترکیبی کی تفصیل قرآن مجید کی سورۃ الحدید میں موجود ہے۔ جس کو ہم پہلے بھی بیان کرچکے ہیں۔ یعنی خدا کی کتاب، میزان عدل اور قوت نافذہ۔ یہ ہیں اسلامی ریاست کے عناصر ترکیبی یا اقنوم ثلاثہ۔ ان میں سے ایک کی بھی کمی ہوجائے تو وہ ریاست اسلامی نہیں رہتی۔

اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست میں امتیاز

اسلامی ریاست اور سیکولر ریاست میں فرق یہ ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست میں مملکت کا تمام کاروبار خدا کی کتاب قرآن مجید کی حدود کے اندر رہتے ہوئے سرانجام پاتا ہے ان حدود سے تجاوز کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہوتا لہذا اسلامی ریاست احکام خداوندی کے نافذ کرنے کی ایجنسی ہوتی ہے اس کے برعکس جس نظام حکومت میں قانون سازی کا حق انسانوں کو حاصل ہو وہ نظام سیکولر ہے خواہ اس کی شکل کوئی بھی کیوں نہ ہو یہی کفر و اسلام کا امتیازی خط ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون (۴)

اور جو لوگ کتاب خداوندی کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے بس انہی کو کافر کہا جاتا ہے۔

اسلامی ریاست کا ضابطہ آئین خدا کی کتاب قرآن مجید ہے جیسا کہ درج بالا آیت میں بیان کیا گیا ہے اس کتاب کے علاوہ کسی کا اتباع جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اتبعوا ماانزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء قلیلاماتذکرون (۵)

اے جماعت مومنین تم اسی ضابطہ قوانین (قرآن مجید) کا اتباع کرو جسے تمہارے رب نے تمہاری طرف نازل کیا ہے اس کے سوا کسی کارساز و رفیق کار کا اتباع مت کرو لیکن بہت تھوڑے ہیں جو اس عظیم حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی ریاست میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ان الحکم اللہ للہ(٦)

حکم اللہ کے سوا کسی کیلئے نہیں

یقولون ھل لنا من الامر من شئی . قل ان الامر کلہ للہ(۷)

وہ پوچھتے ہیں کہ اختیارات میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے کہو کہ اختیارات تو سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اللہ کی سیاسی اور قانونی حاکمیت کا یہ تصور اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست میں خط امتیاز کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ تمام فقہائے اسلام اس پر متفق ہیں کہ حکم دینے کا حق اللہ کیلئے خاص ہے۔ چنانچہ علامہ آمدی اصول فقہ کی مشہور کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں لکھتے ہیں:

اعلم انہ لا حاکم سوی اللہ ولا حکم الا ما حکم بہ(۸)

جان لو کہ حاکم اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور حکم بس وہ ہے جو اللہ نے دیا ہے۔

شیخ محمد خضری اپنی اصول الفقہ میں اس کو تمام اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

ان الحکم ھو خطاب اللہ فلا حکم الا اللہ وھذہ قفیلۃ اتفق علیھا المسلمون قاطبۃ(۹)

درحقیقت حکم اللہ کے فرمان کو کہتے ہیں ۔ پس حکم دینے کا حق اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس پر تمام مسلمان متفق ہیں۔

اس لحاظ سے اسلامی ریاست ایک لادینی قومی ریاست سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ لادینی ریاست وہ ریاست ہے جو اپنے معاملات کو مذہب اور الہامی ہدایت پر مبنی کرنے کے بجائے محض عقل و مصلحت سے اپنا کام چلاتی ہے اور کسی بالاتر قانون کی پابند نہیں ہوتی ۔ ایسی ریاست مذہب کے معاملے میں غیر جانبدار بھی ہوسکتی ہے اور اجتماعی معاملات میں اس کی مخالف بھی ایسی ریاست اسلام کی بالکل ضد ہے(۱۰)

اسلامی ریاست ایک خالص قومی ریاست سے بھی مختلف ہے اس لئے کہ اس کی بنیاد محض قوم پر نہیں نظریہ اور اصول پر ہے۔ اور پھر خود اس کا تصور قومیت بھی دوسروں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختلف ہے۔ اسلام ایک بالکل نئی طرز کی قومیت ۔ نظریاتی قومیت کا تصور پیش کرتا ہے۔ اور اسلامی ریاست اس نئے تصور کی علم بردار ہوتی ہے۔ اس ریاست کیلئے جغرافیائی حدود تو ناگزیر ہیں لیکن اس کی اصل دعوت یہ ہے کہ انسانیت، رنگ، نسل، زبان اور محدود وطنیت کی مصنوعی پابندیوں کو توڑ کر ایک نظریاتی قومیت اختیار کرے اور اسی بنیاد پر ایک عالمگیر ریاست قائم کرے جب تک یہ نصب العین حاصل ہو جغرافیائی حد بندیوں کو گوارا کرنا ہوگا لیکن پوری امت کی وحدت یا کم از کم اس کی ایک دولت مشترکہ کا قیام ایسی ریاست کے پیش نظر رہے گا۔ اس طرح یہ ان ریاستوں سے بھی مختلف ہوگی جو محض جغرافیائی قومیت پر مبنی ہیں اور جن کے پاس کوئی نظریہ اور دعوت نہیں (۱۱)

اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست میں فرق وامتیاز کی وضاحت سے یہ بات مکمل آشکارا ہوجاتی ہے کہ اسلامی ریاست دوسرے ممالک اور اقوام سے تعلقات اسلام کے سنہری اصولوں اور ضابطوں کے مطابق پروان چڑھاتی ہے۔ وہ اپنی خارجہ پالیسی کو مذہب اور الہامی ہدایت کی روشنی میں متشکل کرتی ہے جبکہ ایک سیکولر اور غیر اسلامی ریاست اپنی خارجہ پالیسی کو خواہشات اور عقل و مصلحت کے تابع رکھتی ہے جس کے نتیجے میں امن عالم کا قیام، انسانی حقوق کی حفاظت اور بین الاقوامی تعلقات کو فروغ دینے کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

اسلامی ریاست کی نوعیت اور اس کے قیام کا مقصد اور غرض و غایت واضح ہوجانے اور ایک اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست میں امتیاز کرنے کے بعد وضاحت طلب امر یہ ہے کہ خارجہ پالیسی کسے کہتے ہیں اور اس کے مقاصد کیا ہیں؟

خارجہ پالیسی کا مفہوم اور اس کے مقاصد

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے مشترکہ مقاصد کی تکمیل کیلئے اتحاد واشتراک اس کی ایک اہم ضرورت ہے جس طرح ایک فرد دوسرے افراد کے ساتھ تعلقات رکھنے پر مجبور ہے اسی طرح ریاستیں بھی آپس میں تعلقات قائم رکھتی ہیں۔ ریاست افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور ریاستوں کے مابین تعلقات افراد کے مابین تعلقات کا دوسرا نام ہے لیکن ان تعلقات کی نوعیت مختلف اور پیچیدہ ہوتی ہے۔ بین الاقوامی امور کو عام طور پر خارجہ امور ہی خیال کیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ اقوام کے مابین بھی تعلقات خالصتاً بین الاقوامی نوعیت کے حامل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتے ہیں۔ بین الاقوامی امور گروہوں گروہوں اور افراد اور افراد کے مابین تعلقات ہیں جو لازماً بین لاقوامی معاشرے پر اثر انداز ہوتے ہیں جبکہ بین الاقوامی تعلقات طاقتوں کے درمیان تعلقات کا نام ہے۔ ان تعلقات کا تعین خارجہ پالیسی کے ذریعے کیاجاتا ہے۔ خارجہ پالیسی کیا ہے؟ وہ کون سے مقاصد ہیں جو اقوام ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات میں تلاش کرتی ہیں۔ کسی ریاست کی خارجہ پالیسی کی تشکیل و تدوین میں کن عناصر کا عمل دخل نمایاں ہوتا ہے اور ایک ریاست کن بنیادوں پر دوسری ریاست کے ساتھ تعلقات قائم کرتی ہے یہ وہ پہلو ہیں جن پر روشنی ڈالے بغیر کسی ریاست کی خارجہ پالیسی کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔

خارجہ پالیسی سے مراد کسی ملک کے ہمسایہ اور دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کرنا اور انہیں فروغ دینا ہے۔ کسی ریاست کی خارجہ پالیسی اس کی تاریخ، جغرافیے، محل وقوع، سیاسیات اور اس کے قومی مفاد کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہے۔ خارجہ پالیسی ریاست کے مجموعی احوال اور بنیادی فلسفے سے جدا نہیں ہوتی۔ جب مجموعی حالات میں تبدیلی رونما ہوتی ہے تو لازما اس کے اثرات خارجہ سیاسیات پر بھی پڑتے ہیں اور متعلقہ ریاست کو اس کے مطابق اپنی خارجہ پالیسی تبدیل کرنا پڑتی ہے۔

خارجہ پالیسی کوئی حسابی کلیہ تو ہے نہیں کہ جس کے استعمال سے تمام مقاصد حاصل کر لئے جائیں بلکہ یہ ایک نہایت ہی پیچیدہ فن ہے یہی وجہ ہے کہ کسی ملک کی خارجہ پالیسی ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی بلکہ گردو نواح میں رونما ہونے والے حالات و واقعات اور تجربات کے ساتھ ساتھ متعلقہ ریاست کی خارجہ پالیسی تبدیل ہوتی رہتی ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس ملک کے بنیادی نظریات اور مفادات تبدیل نہیں ہوتے۔ (۱۲)

کسی ملک کی خارجہ پالیسی اس کے ضمیر کی عکاس اور عزائم کی آئینہ دار ہوتی ہے قومیں واضح اور مستحکم اصولوں کے سہارے اقوام عالم میں عزت اور وقعت پاتی ہیں۔ خارجہ پالیسی کے اہم مقاصد میں ملکی سرحدوں کا تحفظ، علاقائی امن، اقتصادی بہبود اور دوسری ریاستوں کے ساتھ ایسے روابط کا قیام شامل ہوتا ہے جو مصلحتوں کے تابع نہ ہوں بلکہ اصولوں کے پابند ہوں۔ خارجہ پالیسی جذبات سے طے نہیں ہوتی بلکہ یہ ان مسائل سے تعلق رکھتی ہے جو کسی قوم کی ضروریات، اس کی مصلحتوں اور ان حقیقتوں سے حل ہوتے ہیں جو انہیں درپیش ہوتے ہیں (۱۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خارجہ پالیسی ریاست کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے اور اس کی سالمیت کو برقرار رکھنے کیلئے تشکیل دی جاتی ہے۔ یہ قومی وقار بلند کرتی ہے۔ معیشت کے مفادات کو فروغ دیتی ہے اور ضرورت پڑنے پر جنگ کے لئے تیار رہنے کے لئے ذرائع تیار کرتی ہے۔ آج کی دنیا میں بین الاقوامی تعلقات زیادہ تر معاشی عوامل کے بھی تابع ہوتے ہیں۔ کمزور ریاستیں مستحکم معاشی ریاستوں کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک کرنا چاہتی ہیں۔ صنعتی اعتبار سے ترقی یافتہ ریاستیں اس کوشش میں رہتی ہیں کہ وہ اپنی مخصوص منڈیاں تلاش کریں جہاں ان کے مال کی کھپت ہوسکے۔

دیگر عناصر کے علاوہ مذہب ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسلام ایک نظریاتی ریاست قائم کرتا ہے۔ جو رنگ، نسل، خاندان، قبیلہ زبان یا جغرافیائی عصبیتوں کے بجائے صرف اصول کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست کے بانی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے ان تمام عصبیتوں کو ختم کرنے کیلئے جہاد کیا اور انسان ہونے کی حیثیت سے تمام بنی آدم کو یکساں قرار دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ قد اذھب عنکم عصبیة الجاھلیة وفخرھا بالاباء انما ھو مومن تقی او فاجر شقی الناس کلھم بنو آدم وآدم من تراب(۱۴)

اللہ تعالی نے تم میں سے جاہلیت کی نخوت اور آباء واجداد پر فخر کرنے کی علت کو خارج کردیا ہے۔ اب یا تو متقی مومن ہے یا فاجر بدبخت بدکار۔ تمام آدمی آدم کے بیٹے ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

خاتم المرسلین ﷺ نے اپنے تاریخی خطبہ حجة الوداع میں نسل، وطن، زبان اور رنگ کی تفریق کو یہ کہہ کر مٹایا:

ایھاالناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لا حمر علی اسود ولا لا سود علی احمر الا بتقوی(۱۵)

اے لوگو خبردار تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے خبردار عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقوی کے۔

اسلام نے رنگ، نسل، وطن، زبان معیشت وسیاست کی غیر عقلی تفریقوں کو مٹا کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خالص عقلی بنیادوں پر ایک نئی قومیت کی تعمیر کی۔ اس قومیت کی بناء بھی امتیاز پر تھی مگر مادی اور ارضی امتیاز پر نہیں بلکہ روحانی اور جوہری امتیاز پر۔ اس نے انسان کے سامنے ایک فطری صداقت پیش کی جس کا نام اسلام ہے۔ اس نے خدا کی بندگی واطاعت، نفس کی پاکیزگی وطہارت، عمل کی نیکی اور پرہیزگاری کی طرف ساری نوع انسانی کو دعوت دی پھر کہہ دیا کہ جو اس دعوت کو قبول کرے وہ ایک قوم سے ہے ارو جو اس کو رد کرے وہ دوسری قوم سے ہے۔ ان دونوں قوموں کے درمیان بنائے امتیاز نسل اور نسب نہیں اعتقاد اور عمل ہے۔ اس طرح اسلام نے قومیت کا جو دائرہ کھینچا ہے وہ کوئی جسی اور مادی دائرہ نہیں بلکہ خالص عقلی دائرہ ہے اس دائرے کا محیط ایک کلمہ ہے اس کلمہ پر دوستی بھی ہے اور دشمنی بھی۔ اسی کا اقرار جمع کرتا ہے اور اسی کا انکار جدا کرتا ہے۔

اس بحث سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام کے سیاسی نظام میں ملت اسلامیہ کی وحدت ایک بنیادی اصول ہے اور اگر حالات کی مجبوری کی وجہ سے ملت بہت سے ممالک میں بٹی ہوئی ہو تب بھی ہر ملک کو خالص وطنی قومیت کے مقابلے میں اسلام کی نظریاتی قومیت کو بنیاد بنانا چاہیے۔ عصر حاضر میں مملکت پاکستان کا وجود اسلامی قومیت کا مظہر ہے۔ یہ ملک خالص نظریاتی بنیادوں پر قائم ہوا اور ہندوستان کے مسلمانوں نے اس کے قیام کیلئے جدوجہد کی۔ یہ نہ ایک جغرافیائی وحدت ہے نہ اس میں ایک زبان ہے۔ نہ اس کے رہنے والوں کی نسل ایک ہے ارو نہ ان کا رنگ ایک سا ہے۔ جس چیز نے ان کو جوڑ کر ایک وحدت بنادیا ہے وہ ان کا دین وایمان اور ان کا نظریہ حیات ہے جسے غالب کرنے کیلئے انہوں نے ایک ملک قائم کیا ہے۔

اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کے بنیادی اصول

ایک اصولی اور نظریاتی ریاست جس طرح داخلی امور کو نبھانے اور سلجھانے میں اپنے اصول اور نظریات کی پابند ہے اسی طرح وہ خارجی امور میں بھی اپنے بنیادی اصول وضوابط اور تصورات ونظریات پر کاربند رہنے کی پابند ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک ایسی ریاست جو اسلامی نظریے کی بنا پر قائم ہوئی ہو اور جس کا وجود اسلامی قومیت کا مظہر ہو وہ خارجی معاملات کو سنبھالنے اور سلجھانے میں اسلامی نظریات وضوابط سے ہدایت و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہنمائی حاصل کرتی ہے اور وہ کبھی بھی اسلام کے جلیل نظریات وضوابط اور اس کے حسین و جمیل افکارو خیالات سے انحراف نہیں کرسکتی۔ چنانچہ اسلامی ریاست کے اولین معمار اور سیاست خارجہ کے عظیم مدبر و تجربہ کار عرب و عجم کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے اسلام کے ان ہی سنہری اصولوں کی روشنی میں سیاسات عالم میں خارجی امور کو سلجھانے میں نہایت قلیل عرصہ میں وہ فقید المثال کامیابی حاصل کی جس پر ہر ذی عقل شخص آپ ﷺ کی سیاست خارجہ میں مہارت تامہ کا معترف ہے۔

سیاست خارجہ کے عظیم مدبر کی فقید المثال کامیابیوں کا اجمالی جائزہ

رسول اکرم ﷺ نے جس وقت ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی تو آپ ﷺ نے امور خارجہ میں قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق آزادانہ خارجہ پالیسی اپنائی۔ چنانچہ قرآن مجید میں براہ راست نبی اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوا:

یایھاالنبی اتق اللہولاتطع الکفرین والمنفقین ان اللہ کان علیما حکیماً(۱٦)

(اے نبی اللہ سے ڈریں اور کافروں اور منافقوں کے کہنے پر نہ چلیں بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے)

پھر دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

ولا تطع الکفرین والمنفقین ودع اذھم وتوکل علی اللہ وکفیٰ با اللہ وکیلاً(۱۷)

(اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا اور نہ ان کے تکلیف دینے پر نظر کرنا اور اللہ پر بھروسہ رکھنا اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنی خارجہ حکمت عملی میں قرآنی اصول کو اپنا کر امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے بنیادی نکتہ یہ فراہم کیا کہ انہیں اپنی خارجہ حکمت عملی میں کافروں اور دشمنوں کا حکم نہ ماننا چاہیے اگرچہ انہیں یہ بھی خوف ہو کہ حکم نہ ماننے کی صورت میں کفار ان کو تکلیف پہنچائیں گے ایسے موقع پر اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ اگر اللہ پر پورا پورا بھروسہ ہو تو دشمن کسی طرح بھی تکلیف پہنچانے پر قادر نہیں ہوسکتے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آج دنیا بھر کے مسلم ملکوں پر یہی کچھ گزر رہی ہے۔ ان میں سے بعض مدد کے لئے کسی ایک ملک کی طرف دیکھتے ہیں تو بعض کسی دوسرے ملک کی طرف۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کافروں کی اطاعت گزاری کرتے کرتے آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اس تمام صورت حال کی بنیادی وجہ صرف ایک ہی ہے کہ مسلمان اپنے خارجی معاملات میں قرآن سے رہنمائی حاصل نہیں کرتے۔ وہ دوسرے ممالک کی طرف صرف اس لئے دیکھتے ہیں کہ مسلم ممالک میں کوئی ملک بھی آج تک اس قابل نہیں ہوا کہ اسلحہ سازی کی جدید ٹیکنالوجی پر دسترس حاصل کر سکے جبکہ اپنی سلامتی کو قائم رکھنے کے لئے ہر ملک کو اسلحہ کی ضرورت ہے۔ اسلحہ بنانے والے ملک انہیں بہت مہنگے داموں اسلحہ دیتے ہیں مگر اسلحہ سازی کا فن نہیں سکھاتے۔ مسلم ممالک کو یہ جان لینا چاہیے کہ دوسرے ممالک سے اسلحہ خرید کر وہ کبھی طاقتور نہیں ہو سکتے۔ طاقتور ہونے کی ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ کہ مسلم ممالک اپنے وسائل کو مجتمع کریں اور امداد باہمی کے اصول پر مختلف اسلامی ملکوں میں اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کریں۔ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے جتنا سرمایہ خرچ ہو اس کے خرچ میں دریغ نہ کریں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا سیکھیں اور ایک دوسرے کے اعتماد سے فائدہ اٹھائیں۔

مہاجرین وانصار اور یہود کا تاریخی معاہدہ اور رسول عربی ﷺ کی پہلی خارجہ کامیابی

حضور اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ کو ہجرت کر کے آئے تو قریش مکہ کے مظالم اپنی انتہا تک پہنچ چکے تھے۔ آپ ﷺ اور جماعت مومنین کو قریش مکہ سے جارحانہ خطرات کا اندیشہ لاحق تھا۔ قریش کے جارحانہ عزائم کو ناکام بنانے کیلئے ضروری تھا کہ مسلمان یہود مدینہ اور دوسرے قبائل سے محفوظ و مامون رہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس خطے میں رہنے والی تمام اقوام کی فیڈریشن (وفاق) بنانے کیلئے یہودیوں اور دوسرے غیر ملکی قبائل سے معاہدہ کر لیا جسے میثاق مدینہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ معاہدہ طرفین کی رفاہیت اور حقوق کی نگہبانی میں جامعیت کے اعتبار سے تاریخ کا اہم ترین باب ہے۔ یہ معاہدہ حضور اکرم ﷺ کی سیاسی بصیرت اور خارجہ امور میں مہارت کاملہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس دستاویز کی چند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جزئیات پیش کی جاتی ہیں۔

هذا کتاب من محمد النبی صلی اللّٰه‌علیه وسلم بین المؤمنین والمسلمین من قریش ویثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهدهم انهم امة واحدة من دون الناس(۱۸)

یہ دستاویز محمد ﷺ کی طرف سے ہے جو نبی ہیں۔ قریش اور اہل یثرب میں سے ایمانداروں اور اطاعت گزاروں نیز ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوں ان کے ساتھ شامل ہوجائیں اور ان کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیں دوسرے تمام لوگوں کے بالمقابل وہ ایک امت (سیاسی وحدت) ہوں گے۔

مدینہ منورہ کو نہ صرف وفاق کی حیثیت حاصل تھی بلکہ اسے مقدس صدر مقام کا درجہ بھی حاصل ہوگیا۔

وان یثرب حرام جوفها لاهل هذه الصحیفة(۱۹)

یثرب کا میدان اس دستاویز کو ماننے والوں کے نزدیک مقدس و محترم ہوگا۔

اس معاہدے کی سب سے بڑی حکمت یہ تھی کہ یہود مدینہ اور ارد گرد کے قبائل نے حضور ﷺ کی سیادت وقیادت کو تسلیم کرلیا۔ مورخ ابن ہشام لکھتے ہیں:

وانه ماکان بین اهل هذه الصحیفة من حدث او اشتجار یخاف فساده فان مرده الی اللّٰه عزوجل والی محمدصلی اللّٰه‌علیه وسلم وان اللّٰه علی اتقی ما فی هذه الصحیفة وابره(۲۰)

اس نوشتے کو قبول کرنے والوں کے درمیان کوئی نیا معاملہ یا جھگڑا پیدا ہو جس پر فساد رونما ہونے کا ڈر ہو تو اسے اللہ تعالی کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اس نوشتے میں جو کچھ ہے اللہ تعالی کو اس پر زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفاداری پسند ہے۔

صلح حدیبیہ میں بعض حکمتوں کا بیان

صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کیلئے ہتک آمیز معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خارجہ تعلقات کی تاریخ میں اس سے افضل نمونہ ملنا دشوار ہے۔ یہ معاہدہ حضور ﷺ کی بے نظیر ذکاوت کا آئینہ دار ہے اگرچہ آپ ﷺ کے ساتھ جانثار صحابہ کی جماعت تھی لیکن قریش ابھی تک طاقتور تھے۔ اگر اس وقت آپ ﷺ جذبات سے کام لیتے ہوئے فاتحانہ طور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر مکہ میں داخل ہونے کیلئے عملی اقدام کرتے تو زبردست خونریزی ہوتی۔ علاوہ ازیں قریش کو عرب قبائل پر یہ ثابت کرنے کا بہانہ مل جاتا کہ مسلمان حرمت والے دنوں میں بھی لڑائی سے باز نہیں آتے۔ اس طرح خونریزی کا ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہوجاتا جو آپ ﷺ کے رحمت للعلمین ہونے کے منافی ہوتا۔ علامہ ابن قیم صلح حدیبیہ کی حکمتوں میں سے بعض حکمتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فمنهاانها كانت مقدمةبين يدى الفتح الاعظم الذى اعزبه رسوله وجنده ودخل الناس به فى دين الله افواجا فكانت هذه الهدنة باباله ومفتاحا ومؤذنا بين يديه وهذه عادةالله سبحانه فى الامور العظام التى يقضيها قدراوشرعاان يؤطى لها بين يديها مقدمات وتوطئات تؤذن بها وتدل عليها (٢١)

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ معاہدہ فتح عظیم کامقدمہ بنا جس سے اللہ نے اپنے رسول اور لشکر کو عزت بخشی اور لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہوئے گویا یہ واقعہ اس مبارک امر کا دروازہ اور چابی تھا اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جمیلہ ہے کہ جو بھی عظیم اور بڑا کام کرتا ہے تو اس کیلئے پہلے مقدمات اور تمہید قائم فرماتا ہے جو اس کا سبب بنتی اور اس کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

امام موصوف مزید لکھتے ہیں:

ومنها ان هذه الهدنة كانت من اعظم الفتوح . فان الناس امن بعضهم بعضا واختلط المسلمون بالكفار ونادوهم بالدعوة واسمعوهم القرآن وناظروهم على الاسلام جهرة آمنين وظهر من كان مختفيا بالاسلام ودخل فيه فى مدة الهدنة من شاءالله ان يدخل ولهذاسماه الله فتحا مبينا .(٢٢)

نیز یہ معاہدہ سب سے بڑی فتح تھی کیونکہ لوگوں نے ایک دوسرے کو امان دے دی اور مسلمان اور کفار آپس میں ملنے لگے۔ انہیں اسلام اور قرآن کی دعوت دینے لگے اور اسلام کے متعلق اعلانیہ مناظرے شروع ہوگئے اور مخفی طور پر بھی جو مسلمان تھا وہ بھی ظاہر ہو گیا اور اس مدت میں جس نے چاہا وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین کا نام دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسالت مآب ﷺ کے دور مسعود کے جن دو معاہدوں کا یہاں اجمالی ذکر کیا گیا ہے ان کو نہ صرف تاریخ اسلام میں اہمیت حاصل ہے بلکہ یورپین مؤرخین نے بھی ان کو دنیا کی قدیم ترین دستوری دستاویز تسلیم کیا ہے۔

میثاق مدینہ جن حالات میں یہود مدینہ سے کیا گیا تھا وہ ایسے حالات تھے جبکہ اسلامی ریاست کی مکمل داغ بیل بھی نہ ڈالی گئی تھی۔ یہود مدینہ اور وہاں کی مقامی آبادی اقتصادی لحاظ سے بھی مضبوط تھی۔ سودی نظام پوری آب وتاب کے ساتھ پنجے گاڑھے ہوئے تھا۔ مدنیہ میں ایک نراج کی کیفیت تھی۔ ہر طرف عام لاقانونیت کا راج تھا۔ مسلمان مہاجرین کی مالی حالت بھی مستحکم نہیں تھی اور انہیں قریش مکہ کی جارحانہ کاروائیوں کا بھی خطرہ درپیش تھا۔ اس میثاق نے مدینہ کو حرم قرار دیا اور حرم کی حدود میں رہنے والوں کو ایک جماعت قرار دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں سے ایک نیم عرب شہر کو حرم منوالینا آنحضرت ﷺ کا ایک سیاسی کارنامہ تھا۔

میثاق مدینہ تو داخلی دشمن سے ہوا تھا لیکن صلح حدیبیہ کا معاہدہ ایک ایسی خارجی دشمن قوم سے ہوا تھا جو طویل عرصہ سے مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھارہی تھی۔ اس کے باوجود حدیبیہ کے معاہدہ صلح کی ایک ایک جزو پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ امن وسلامتی کے کتنے زیادہ خواہش مند تھے اور جنگ سے آپ ﷺ نے اتنا گریز فرمایا کہ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے اس معاہدہ کو ذلت سے تعبیر کیا اور بعد میں اس دیہ کی تلافی کیلئے برابر صدقہ وخیرات کیا۔

اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی میں ان دو معاہدوں کا ذکر کرنا اس لئے ضروری سمجھا کہ بین الاقوامی دینا پر یہ حقیقت آشکارا کی جاسکے کہ دشمنوں کے ساتھ یا ایک پڑوسی ملک کے سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ نے کیا طرز عمل اختیار کیا۔ دوسرے یہ کہ ان دونوں معاہدوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کے نزدیک اصل چیز امن وصلح ہے نہ کہ جنگ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظریاتی ریاست کی خارجہ پالیسی کے اہم خدوخال

ایسی ریاست جو اسلامی نظریے کی بنا پر معرض وجود میں آئی ہو اور جس کا وجود اسلامی قومیت کا مظہر ہو اس کی خارجہ پالیسی بھی اسی نظریے کی مرہون منت ہوتی ہے۔ مملکت پاکستان بھی بنیادی طور پر ایک نظریاتی مملکت ہے اسلام کے اس نظریے کی بنیاد ہے چنانچہ پاکستان کی خارجہ پالیسی بھی اسی نظریے کی مرہون منت ہے۔ بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے اسی اسلامی نظریے کے تحفظ اور فروغ کیلئے اقوام عالم کو ایک پیغام بھی دیا ہے اور وہ یہ ہے۔ دوستی اور خیر سگالی کا پیغام جس کا ذکر انہوں نے اپنی متعدد تقاریر میں بھی کیا ہے یہاں صرف چند اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

"پاکستان کی خارجہ پالیسی کی کلید یہ ہوگی کہ دنیا کی تمام اقوام کے ساتھ انتہائی دوستانہ تعلقات -- ہم پوری دنیا میں امن کے تمنائی ہیں۔ عالمی امن قائم کرنے کے لئے اپنی استطاعت اور توفیق کے مطابق اپنے حصے کا کردار خوش اسلوبی سے انجام دیں گے (پریس کانفرنس جولائی ۱۹۴۷ء)

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں گلاب رائٹر کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے بانی پاکستان حضرت قائداعظم نے فرمایا:

"پاکستان قائم رہنے کے لئے بنا ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا لیکن دو آزاد مساوی اور خودمختار مملکتوں کی حیثیت میں ہم بھارت سے دوستی یا معاہدہ کرنے پر ہمیشہ تیار ہیں جس طرح کہ ہم دنیا کے اور ملکوں سے معاہدے کرسکتے ہیں"

امریکی عوام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہماری خارجہ پالیسی کا اصل اصول تمام اقوام عالم کیلئے دوستی اور خیر سگالی کا عملی جذبہ ہے۔ ہم دنیا کے کسی ملک یا قوم کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے۔ ہم قومی اور بین الاقوامی معاملات میں دیانت اور انصاف کے اصول پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم دنیا میں امن اور خوشحالی کے اضافے اور ترقی کیلئے اپنی جانب سے زیادہ سے زیادہ کردار انجام دینے کیلئے تیار ہیں۔ پاکستان دنیا کی مظلوم اور کچلی ہوئی اقوام کو اخلاقی اور مادی امداد دینے سے کبھی نہیں ہچکچائے گا اور اقوام متحدہ کے منشور میں درج شدہ اصولوں کا حامی ہے۔(۲۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی نظریہ کی علمبردار اور اسلامی قومیت کے خمیر سے اٹھنے والی ریاست کی خارجہ پالیسی کے اہم خدوخال درج ذیل ہیں۔

دعوت اسلام اور شہادت حق کے فریضہ کی ادائیگی کا اہتمام

اسلام سے پہلے دنیا میں جو مذاہب آئے ان میں یہودیت اور عیسائیت زیادہ اہم ہیں۔ مرور زمانہ کے ساتھ یہ دونوں مذاہب افراط و تفریط کا شکار ہوگئے اور خود ساختہ نظریات پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ان کے پیروکار بھٹک چکے تھے۔ تب اللہ تعالی نے حضور اقدس ﷺ کو دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ اہل دنیا کو راہ راست پر لاسکیں۔

اسلام نے اپنے سے پہلے مذاہب کو جھٹلانے کی بجائے انہیں کھلے دل سے تسلیم کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں جن سربراہان مملکت کو خطوط لکھے ان میں اکثریت عیسائی حکمرانوں کی تھی۔ آپ ﷺ نے ان میں عیسائیت کی تردید کی بجائے اللہ کی وحدانیت کی تعلیم و تبلیغ کو نمایاں حیثیت دی کیونکہ اللہ کی وحدانیت کی تعلیم عیسائیت اور اسلام کی مشترکہ تعلیم کی آئینہ دار ہے جس کو قرآن مجید نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

قل یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبدالا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباب من دون اللہ(۲۴)

(اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجیے۔ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی ہم بندگی نہ کریں اور خدائی میں کسی کو اس کا شریک نہ قرار دیں اور ہم سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا رب نہ بنائے)

اللہ تعالی نے ہادی امم حضور اقدس ﷺ کو نبوت و رسالت کے منصب جلیل پر فائز کر کے نہ صرف اہل عرب کو راہ راست پر لانے کا مشن سونپا تھا بلکہ پوری نوع انسانی کو رشد وہدایت کی منزل تک پہنچانے کا فریضہ سونپا تھا۔ ارشا باری تعالی ہے:

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیراً(۲۵)

اور (اے نبی ﷺ) ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔
ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قل یایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً(۲۶)
(اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجیئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں)

قرآن مجید کی شہادت کے ساتھ ساتھ رسالت مابﷺ نے آغاز نبوت میں اس حقیقت کا اظہار کردیا تھا کہ آپﷺ کا پیغام اور تعلیم پوری انسانیت کے لئے ہے۔ آپﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

انی رسول اللہ الیکم خاصۃ والی الناس عامۃ(۲۷)
میں نہ صرف عربوں کیلئے بلکہ انسانیت عامہ کے تمام افراد کیلئے خدا کا رسول ہوں

ایک اور مقام پر فرمایا:

وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ(۲۸)
پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام انسانوں کیلئے مبعوث ہوا ہوں)

قرآن وحدیث کے مذکورہ بالا ارشادات اس بات کے اٹل ثبوت ہیں کہ حضور اکرمﷺ پوری انسانیت کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اللہ تعالی نے آپﷺ کو یہ مشن سونپا کہ عرب و عجم کی انسانیت عامہ کو ضلالت وگمراہی سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کریں چنانچہ آپﷺ نے اس عظیم ذمہ داری کو نہایت جانفشانی و تندہی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ آپﷺ کے اس جہان سے پردہ فرماجانے کے بعد اس فریضے کی ادائیگی امت مسلمہ پر لازم کردی گئی ہے۔ پھر امت مسلمہ کی محافظ و نگہبان اسلامی ریاست اس فریضے سے کس طرح غافل رہ سکتی ہے۔ اس لحاظ سے ملت اسلامیہ اور اسلامی ریاست کی حیثیت پوری دنیا کے سامنے خدا کی شریعت کی علمبردار اور اس کے پیغام کے داعی کی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون(۲۹)
(اور تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف بلائے اور معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے۔ ایسے لوگ ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابو جعفر باقرؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر اور فرمایا الخیر اتباع القرآن وسنتی (۳۰)

قرآن اور میری سنت کا اتباع خیر ہے۔

ان تمام تصریحات سے واضح ہوجاتا ہے کہ مسلمان ایک بین الاقوامی جماعت کا نام ہے۔ دنیا کی ساری قوموں میں سے ان اشخاص کو چھانٹ کر نکالا گیا ہے جو ایک خاص اصول کو ماننے، ایک خاص پروگرام کو عمل میں لانے اور ایک خاص مشن کو انجام دینے کیلئے تیار ہوں۔ مسلمان کا مشن ایک عالمگیر مشن ہے۔ اور وہ مشن یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو فکر و عمل کا جو ضابطہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کو تمام دنیا میں پہنچادیا جائے۔

چنانچہ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی میں سب سے اہم جو چیز ہے وہ دعوت اسلام کی تنظیم اور مبلغوں کا تیار کرنا ہے اور انہیں ان ملتوں اور امتوں میں پھیلادینا ہے جن کا مذہب اسلام نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں استطاعت کے مطابق جملہ آسانیاں اور سہولتیں بہم پہنچانا لازمی ہے

برادر اسلامی ریاستوں کے اتحاد و تعاون اور یکجہتی کو فروغ دینا

دنیا میں جہاں جہاں بھی مسلمان ریاستیں قائم ہیں وہاں پر رہنے والے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور وہ سب امت واحدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان نسل ورنگ، قبائل وخاندان، زبان اور وطن کی بنیاد پر کوئی اختلاف وامتیاز نہیں کیونکہ اسلامی عقیدہ، اسلامی نظریہ حیات اوز اسلامی شریعت نے ان کو رشتہ اخوت میں منسلک کردیا ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

انما المؤمنون اخواۃ (۳۱)

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

مغرب کے غیر اسلامی نظریات نے امت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرکے رکھ دیا ہے جس سے یہ ملت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں منقسم ہوکر اپنی وحدت کھو بیٹھی ہے اور دن بدن انتشار وافتراق بڑھ رہا ہے۔ امت مسلمہ کا اختلاف وافتراق کا شکار ہوجانا اس بات کا نتیجہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ہم نے قرآن مجید اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفٰےﷺ کے احکامات سے دوری پیدا کرلی۔ حضور اکرمﷺ نے اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے منحرف ہونے کے متعلق بڑے حکیمانہ انداز میں ہمیں خبردار کیا ہے:

خط رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیه وسلم خطا ثم قال هذا سبيل الله يم خط خطوطا عن يمنيه وعن شماله وقال هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعواليه(۳۲)

حضور اکرمﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا اور فرمایا۔ یہ اللہ تعالی کا سیدھا راستہ ہے۔ پھر اس خط کے دائیں بائیں کئی لکریں کھینچیں اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر راستہ پر شیطان بیٹھا ہے اور آدمی کو اس کی طرف بلاتا ہے۔

اس کے بعد آپﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله(۳۳)

اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ وہ تمہیں اس کے راستے سے ہٹا کر متفرق کردیں گے۔

ان متفرق راستوں نے امت کی وحدت اور اس کی قوت کو پارہ پارہ اور اس کے اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہے جس سے نجات پانے کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم اس صاف شاہراہ کی طرف لوٹ آئیں جو ہمارے خالق کائنات نے ہمارے لئے مقرر فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا واذكرو نعمت الله عليكم اذكنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخواناً(۳۴)

اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے۔

حضور اکرمﷺ نے عالم اسلام کو اتحاد و تعاون اور یکجہتی میں رنگنے کی خاطر جو نسخہ تجویز کیا وہ ہماری تمام بیماریوں اور غموں کا مستقل مداوا ہے۔ آپﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین(۳۵)

تم پر میری اور میرے نیک اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت پر عمل کرنا واجب ہے۔

قرآن وحدیث کے ان نصوص سے واضح ہوجاتا ہے کہ صرف شجر اسلام کے گھنے سائے کے نیچے ہی قومی اور علاقائی عصبیتوں اور لسانی، نسلی اور گروہی امتیازات کا خاتمہ ممکن ہے اور مسلم ریاستوں کے درمیان حائل رکاوٹوں کو دور کرکے باہمی اتحاد وتعاون اور محبت واخوت کے رشتوں کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جاسکتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے امت مسلمہ کو اتحاد واتفاق اور یکجہتی ویگانگت میں منسلک کرنے کی غرض سے کیسے حکیمانہ وفصیحانہ اقوال ارشاد فرمائے ہیں۔ حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مثل المؤمنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسھر والحمی(۳۶)

تو مسلمانوں کو آپس میں محبت رکھنے، رحم کرنے اور مہربانی کرنے میں ایسا پائے گا جیسا کہ بدن ہے۔ جب بدن کا کوئی عضو دکھتا ہے تو سارے بدن کے اعضاء بیداری و بخار میں شریک ہوجاتے ہیں۔

عن ابی موسی رضی اللّٰہعنه عن النبی صلی اللّٰہعلیه وسلم قال المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضاً ثم شبک بین اصابعه(۳۷)

حضرت ابو موسیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان مسلمان کیلئے مکان کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرکے وضاحت فرمائی۔

قرآن وحدیث کے ان احکامات سے اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا جو اہم اصول نکھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلم ریاستوں کے درمیان اتحاد واتفاق، تعاون ویکجہتی اور محبت واخوت کے رشتوں کو مضبوط و مستحکم بنایا جائے اور زندگی کے مختلف شعبوں اور میدانوں میں مسلمانوں کے درمیان تعاون کو فروغ دیا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلم اقلیتوں کی حمایت ومعاونت اور ان کو بنیادی حقوق دلانے کیلئے جدوجہد کرنا

دنیا کے مختلف خطوں اور علاقوں میں بے شمار مسلم اقلیتیں ایسی ہیں جن کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کیا گیا ہے۔ ان کی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں ہے ان کے اہل وعیال اور معصوم بچوں پر ظلم وبربریت کے پہاڑ ڈھائے جارہے ہیں۔ انہیں اپنے عقائد کی پابندی، عبادات کی ادائیگی اور اپنے مذہبی شعائر کی اقامت کی آزادی سے محروم رکھا جارہا ہے۔ ان کے مذہبی احساسات وجذبات کو بری طرح مجروح اور کچلا جارہا ہے۔ ان کے فکر ونظر اور عقل وشعور کو معطل کیا جارہا ہے۔ ان کے قلب وضمیر کو مردہ بنایا جارہا ہے۔ چنانچہ یہ مسلم اقلتیں خواہ یورپ وافریقہ میں ہوں یا ایشیاء میں یہ ہمارے وجود کا حصہ ہیں اور وہ ہماری معاونت اور حمایت ونصرت کے مستحق ہیں۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ان کمزوروں اور مظلوموں کی ہر ممکن قوت کے ساتھ امداد کریں خواہ انہیں اعداء واغیار کی سرکشی اور ظلم وتعدی سے نجات دلانے کیلئے فرمان خداوندی کے مطابق ہتھیار ہی کیوں نہ اٹھانا پڑیں۔

ومالکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا. واجعل لنا من لدنک ولیا . واجعل لنا من لدنک نصیرا (۳۸)

اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کیلئے جنگ نہیں کرتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کسی کو حامی اور اپنی طرف سے کسی کو مددگار بنا۔

قرآن مجید میں دوسری جگہ وضاحت کے ساتھ اس حمایت واعانت کی ضرورت بیان کی گئی ہے اور اس طرح اس کی تاکید فرمائی گئی ہے:

ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ ولذین اووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض. والذین امنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شئی حتی یھاجروا وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق . واللّٰہ بما تعملون بصیر (۳۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں اور اپنے مال کھپائے اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ اور جو لوگ ایمان تو لائے ہیں مگر دارالکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام میں نہیں آئے ان کی ولایت کا کوئی تعلق تم سے نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں البتہ اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے۔ سوائے اس صورت کے جبکہ وہ کسی ایسی قوم کے خلاف مدد مانگیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھتا ہے۔)

(قرآن مجید کا یہ حکم اسلام کے دستوری قانون کی ایک اہم دفعہ ہے اس میں یہ اصول مقرر کیا گیا ہے کہ ولایت کا تعلق صرف ان مسلمانوں کے درمیان ہوگا جو یا تو دارالاسلام کے باشندے ہوں یک اگر باہر سے آئیں تو ہجرت کر کے آجائیں۔ باقی رہے وہ مسلمان جو اسلامی ریاست کے حدود ارضی سے باہر ہوں تو ان کے ساتھ مذہبی اخوت تو ضرور قائم رہے گی لیکن ولایت کا تعلق نہ ہوگا اور اسی طرح ان مسلمانوں سے بھی یہ تعلق ولایت نہ رہے گا جو ہجرت کر کے نہ آئیں بلکہ دارالکفر کی رعایا ہونے کی حیثیت سے دارالاسلام میں آئیں۔

علاوہ ازیں یہ آیت اسلامی ریاست کی خارجی سیاست پر بھی بڑا اثر ڈالتی ہے۔ اس کی رو سے دولت اسلامیہ کی ذمہ داری ان مسلمانوں تک محدود ہے جو اس کی حدود کے اندر رہتے ہوں۔ باہر کے مسلمانوں کیلئے کسی ذمہ داری کا بار اس کے سر نہیں ہے یہی وہ بات ہے جو نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں فرمائی ہے کہ:

انا بری من کل مسلم بین ظهرانی المشرکین

میں کسی ایسے مسلمان کی حمایت وحفاظت کا ذمہ دار نہیں ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہو اس طرح اسلامی قانون نے اس جھگڑے کی جڑ کاٹ دی ہے جو بالعموم بین الاقوامی پیچیدگیوں کا سبب بنتا ہے کیونکہ جب کوئی حکومت اپنی حدود سے باہر رہنے والی بعض اقلیتوں کا ذمہ اپنے سر لیتی ہے تو اس کی وجہ سے ایسی الجھنیں پڑ جاتی ہیں جن کو بار بار کی لڑائیاں بھی نہیں سلجھا سکتیں۔

اوپر کے فقرے میں دارالاسلام سے باہر رہنے والے مسلمانوں کو سیاسی ولایت کے رشتہ سے خارج قرار دیا گیا ہے بعد کا فقرہ اس امر کی توضیح کرتا ہے کہ اس رشتہ سے خارج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کے باوجود دینی اخوت کے رشتہ سے خارج نہیں ہیں۔(اگر کہیں ان پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ اسلامی برادری کے تعلق کی بنا پر دارالاسلام کی حکومت اور اس کے باشندوں سے مدد مانگیں تو ان کا فرض ہے کہ اپنے ان مظلوم بھائیوں کی مدد کا فریضہ اندھا دھند انجام نہیں دیا جائے گا۔ اگر ظلم کرنے والی قوم سے دارالاسلام کے معاہدانہ تعلقات ہوں تو اس صورت میں مظلوم مسلمانوں کی کوئی ایسی مدد نہیں کی جاسکے گی جو ان تعلقات کی اخلاقی ذمہ داریوں کے خلاف پڑتی ہے۔(۴۰))

امن عالم کا قیام

(اسلام امن عالم کا زبردست حامی ہے ارو عداوت وفساد کا سخت مخالف ہے۔ جب دنیا سے عداوت ودشمنی اور فتنہ وفساد ختم ہوجائے تو حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے اس لئے اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا اہم اصول اور مقصد امن عالم کا قیام ہے تاکہ امن قائم کرکے انسانی زندگی کو سکون وطمانیت سے مالامال کردیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں انسانی جان کا خون بہانا ایک عظیم گناہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا. ومن احیاها فکانما احیاء الناس جمیعاً. (۴۱)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔)

(اسلام ایک مکمل اخلاقی وقانونی نظام زندگی ہے وہ ساری دنیا سے فتنہ وفساد کو مٹا کر ایک صالح معاشرتی نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح دنیا سے فتنہ وفساد، ظلم وطغیان اور سرکشوں اور فسادیوں کی سرکوبی کرکے بندگان خدا کو امن واطمینان سے زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم کرنا امت مسلمہ کا اعلیٰ نصب العین ہے۔ اس نصب العین کی خاطر اسلامی ریاست جہاد سے گریز نہیں کرسکتی لیکن اگر یہ مقصد اصلاح اور مصالحت کے ذریعے حاصل کرنے کی صورت میں پیدا ہوجائے تو اسلامی ریاست کو ہر وقت صلح وسلامتی کیلئے تیار رہنا چاہیے کیونکہ اسلام کا اصل نقطہ نظر تو صلح ہے اور جنگ کی اجازت کسی غیر معمولی نقصان سے بچنے کیلئے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی ناگزیر ضرورت اور مجبوری کے تحت دی گئی ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی میں ہر وقت امن کی روح قائم رہنی چاہیئے۔ اسی لئے قرآن حکیم یہ حکم دیتا ہے کہ اگر سرکش اور فسادی تم سے خود صلح کی درخواست کریں تو صلح کیلئے بڑھنے والے ہاتھ کے جواب میں ہاتھ بڑھائیں تاکہ تمہاری اخلاقی برتری ثابت ہو۔ حضور اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر قرآن میں ارشاد ہوا۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی الله. انه هوالسمیع العلیم. (۴۲)

اور اے نبی ﷺ اگر وہ صلح وسلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کیلئے جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو یقینا اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا حرم حلالا او احل حراما والمسلمون علی شروطهم الا شرطا حرم حلالا او احل حراماً. (۴۳)

مسلمان کو صلح کرنا جائز ہے لیکن ایسی صلح نہیں جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنے کا باعث بنے اور مسلمانوں کو اپنی شرائط صلح کا پابند رہنا چاہیے البتہ ایسی شرط کی پابندی جائز نہیں جس کے ذریعے کسی حلال شے کو حرام اور حرام شے کو حلال قرار دیا گیا ہو۔

امن وصلح کے سلسلہ میں اسلام کے دامن کی وسعت کا اندازہ فتاوی عالمگیری سے کیا جاسکتا ہے۔

"اگر امام المسلمین کی رائے میں آیا کہ اہل حرب سے مصالحہ کرے یا بعض فریق اہل حرب سے مصالحہ کرے اور اس میں مسلمانوں کے حق میں بھلائی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر امام المسلمین کی رائے میں آیا کہ اہل حرب سے موادعہ کرے اور اس پر کچھ مال ان سے لے لے یعنی کچھ مال لے کر ان سے موادعہ کرلے تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ مسلمانوں کو مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو اس طرح موادعت جائز نہیں ہے۔ اور جس قدر مال اس موادعت سے لیا ہے وہ جزیہ کے مصارف کے طور پر صرف کیا جائے گا بشرطیکہ مسلمان مجاہدین نے ان کے ملک میں جا کر نزول کرکے اس طرح موادعت سے مال نہ لیا ہو بلکہ اہل حرب نے اپنا ایلچی بھیج کر اس طرح صلح کی درخواست کی ہو اور اگر مسلمانوں کے لشکر نے ان کو گھیرا اور انہوں نے مال دیکر صلح کرلی تو یہ مال غنیمت ہے اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا خمس نکال کر باقی کو باہم مسلمانوں میں تقسیم کردے۔ اور گر اہل حرب سے کسی ایک فریق مسلمانوں نے موادعت کرلی بدون اجازت امام کے تو موادعت جائز ہے اور یہ سب مسلمانوں پر جائز ہوگی یعنی کوئی اس کو توڑ نہیں سکتا اس واسطے کہ یہ امان ہے اور ایک کا امان دینا مثل سب کے امان دینے کے ہے۔(۴۴)

مفتی محمد شفیع صاحب مصالحت بلا استعانت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مصالحت بلا استعانت جس کو فقہی اصطلاح میں موادعت بھی کہاجاتا ہے یہ اس وقت جائز ہے کہ صلح میں مسلمانوں کی مصلحت ہو اور مفاد اسلامی پیش نظر ہو اور شرائط صلح خلاف شرع نہ ہوں۔(۴۵)

قرآن وحدیث اور فقہاء کی آراء سے امن و صلح کی حقیقی روح ابھر کر سامنے آجاتی ہے جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام عالمی امن کے قیام کیلئے بین الاقوامی تعلقات کو خراب اور بگڑنے کی بجائے مضبوط اور استوار بنیادوں پر مستحکم کرنے کا کتنا خواہش مند ہے۔

بین الاقوامی عدل کا قیام

(بین الاقوامی تعلقات کے قیام و بقا کا سارا انحصار عدل وانصاف کے ستون پر ہے۔ اسلام جس طرح ایک فرد کے ساتھ انصاف کا حکم دیتا ہے اسی طرح قومی، ملکی اور بین المملکتی معاملات میں بھی قدم قدم پر اس کی نگرانی کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامنت الی اھلھا وذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (۴۶)

بے شک اللہ تعالی تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کردیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔

ایک اور جگہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

یایھاالذین امنوا کونوا قوامین للّٰہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا. اعدلوا. ھواقرب للتقوی. (۴۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

قرآن حکیم میں عدل کیلئے قسط کا لفظ استعمال ہوا ہے عدل کی ضد ظلم اور جور ہے جس کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا۔ چنانچہ یہ طویل وعریض کائنات عدل کے بل بوتے پر قائم ہے اگر گردش زمین ایک سیکنڈ کیلئے بھی راہ اعتدال سے ہٹ جائے تو کرہ ارض تباہ وبرباد ہو کررہ جائے۔ اسلامی ریاست کے قیام کا بنیادی محور قیام عدل وانصاف ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

شهدالله انه لا اله الا هو والملئكة واولو العلم قائماً با لقسط. (۴۸)

اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور وہ لوگ بھی جو انصاف پر قائم ہیں گواہی دیتے ہیں۔

دوسروں کے ساتھ اسلام کے برتاؤ اور سلوک کا جائزہ بتاتا ہے کہ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں انصاف چاہتا ہے عدل وانصاف کی اس غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر ایک اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی بین الاقوامی عدل پر مبنی ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست دنیا کے محروم وکمزور افراد کی حمایت، ظلم وجور کی ستائی ہوئی قوموں اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم گروہوں اور طبقوں کو عدل وانصاف اور ان کو اپنا جائز حق دلانے کی عملی جدوجہد کرتی ہے۔

عدل کا مفہوم اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے اس میں حقوق اللہ بھی آجاتے ہیں اور انسانی حقوق بھی کہ ہر صاحب حق کا پورا پورا حق ادا کیا جائے کوئی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے اگر کوئی ظلم کرتا ہے تو اس کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی حمایت کی جائے۔ اگر ظالم کو سزا دینے کیلئے گواہی کی ضرورت پڑے تو اس سے گریز نہ کیا جائے۔ عدل میں یہ بھی داخل ہے کہ گواہی میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے۔

اسلام میں کمزوروں، محروموں اور مظلوموں کی حمایت اور ان کو عدل وانصاف دلانا کسی دنیاوی غرض ومفاد یا سستی شہرت حاصل کرنے کی بنا پر نہیں بلکہ یہ ایک اسلام کا بنیادی اصول ہے جس پر اللہ تعالی کے حضور بڑا انعام واکرام ملتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

ان المقسطين عندالله تعالى على منابر من نور عن يمين الرحمن الذين يعدلون فى حكمهم واهليهم وماولوا. (۴۹)

عدل وانصاف کرنے والے لوگ اللہ کے نزدیک نور کے ستونوں پر ہوں گے۔ خدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے دائیں جانب وہ اہل عدل جو اپنے حکم اور اہل خانہ کے معاملات اور جن چیزوں میں انہیں حکم کا اختیار ہے اس میں انصاف کرتے ہیں۔

عہد نبوی ﷺ اور عہد خلفائے راشدین میں عدل و انصاف کے ہزارہا واقعات ملتے ہیں جس سے اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی میں عدل و انصاف کے اہتمام کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ایک بار حضرت عمرو بن العاصؓ کے صاحبزادے کسی قبطی غلام کو مار رہے تھے کہ خلیفہ راشد عمر فاروقؓ کا گزر ادھر سے ہوا۔ آپؓ نے یہ منظر دیکھا تو بے چین ہو گئے اور فرمایا:

متی تعبد تم الناس قد ولدتھم امھاتھم احرار. (۵۰)

تم نے ان کو کب سے غلام بنالیا ہے حالانکہ وہ اپنی ماؤں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے ہیں۔

پھر آپ نے صرف اخلاقی ہدایت دے کر خاموشی نہیں اختیار کرلی بلکہ پورے مجمع میں ابن العاص کے صاحبزادے کو اسی قبطی سے پٹوایا۔

یہ واقعہ ایک فرد کے ساتھ بے رحمی و بے انصافی کا تھا مگر آپؓ نے اس موقع پر جو ہدایت دی وہ ایک فرد اور گروہ کیلئے نہیں دی بلکہ بین الاقوامی تعلقات میں عدل و انصاف کی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے تھی۔

بین الاقوامی تعلقات میں انتقام کی اسلامی پالیسی پر عمل پیرا ہونا:

بین الاقوامی تعلقات کو خراب کرنے میں انتقامی جذبے کا بڑا عمل دخل ہے۔ انتقامی جذبے کی موجودگی میں حالات کو پرامن بنانا بڑا دشوار امر ہے۔ چنانچہ بین الاقوامی تعلقات کے سلسلے میں اسلام کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ اگر کوئی قوم یا ریاست دوسری قوم یا ریاست پر ظلم وزیادتی کرتی ہے تو اس ظلم وزیادتی کا بدلہ لینا جائز ہے لیکن بدلہ اسی نوعیت کا ہونا چاہیے جتنا اس کا حق ہے اس کے علاوہ ذرہ بھر زیادتی جائز نہیں۔ قرآن مجید میں اس اصول کو یوں بیان کیا گیا ہے:

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم. (۵۱)

پس اگر تم پر کوئی زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وان عاقبتم فعاقبوابمثل ماعوقبتم به. ولئن صبرتم لهوخير للصبرين. (۵۲)

اور اگر تم کسی کوایذا دو تو اتنی ہی دو جتنی تم کو دی گئی تھی اور اگر تم صبر کرلو تو بلاشبہ صبر کرنے والوں کیلئے صبر ہی بہتر ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات مقدسہ سے بین الاقوامی تعلقات کے سلسلہ میں اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم اصول سامنے آتا ہے۔ یہ وہ اصول ہے جس کو آج ترقی یافتہ اقوام نے کمزوری کی علامت سمجھ رکھا ہے۔ ان کے نزدیک زیادتی کی مرتکب ریاست سے اس حد تک انتقام لینا چاہیے کہ جس سے اس ریاست کا وجود بحال رکھنا ناممکن ہوجائے۔ اس کے برعکس اسلام ہدایت دیتا ہے کہ اتنی زیادتی وایذا دی جائے جتنی تم کو دی گئی ہے بلکہ حالات وواقعات کی نزاکت کو مدنظر رکھ کر زیادتی کی بجائے درگزر اور حسن سلوک کا طریقہ اختیار کیا جائے تو اور بہتر ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وجزاء سيئة سيئة مثلهافمن عفاواصلح فاجره على الله. انه لايحب الظلمين. (۵۳)

بدی کا بدلہ اسی کے مثل بدی ہے اور جو معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے کیونکہ وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام کے اسی اصول کو ہادی کونین حضرت محمد ﷺ نے نہایت ایجاز واختصار کے ساتھ دلچسپ انداز میں بیان فرمایا ہے:

ما من عبد ظلم بمظلمة فيغضى عنها لله عزو جل الا اعز الله بما نصره. (۵۴)

جس بندہ پر ظلم کیا جائے اور وہ محض خدا کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے خاموش رہے اللہ تعالی اس کی زبردست مدد کرتا ہے۔

ایک اور حدیث نبی ﷺ ہے:

عن ابى هريرة قال قال رسول اللّٰهصلى اللّٰهعليه وسلم قال موسى ابن عمران عليه السلام يا رب من اعز عبادک عندک قال من اذا قدرغفر. (۵۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موسی بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ عزیز ہے؟ خداوند تعالی نے فرمایا وہ شخص کہ (انتقام کی) قدرت رکھنے پر بھی لوگوں کو معاف کردے۔

قرآن وحدیث کے ان نصوص سے اسلامی ریاست کو بین الاقوامی تعلقات قائم کرنے اور معاملات نبھانے میں ایسی واضح ہدایت اور روشن رہنمائی ملتی ہے جس کو مشعل راہ بنا کروہ اقوام عالم میں ممتاز مقام حاصل کرسکتی ہے اور یہ وہ اصول ہے جس کی نظیر دور حاضر کی متمدن قوموں اور ریاستوں کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

عالمی انسانی برادری کا پرچار

اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم اصول جس سے وہ دوسری غیر اسلامی ریاستوں پر فوقیت وفضیلت رکھتی ہے یہ ہے کہ وہ ایک عالمی انسانی برادری کے قیام کی داعی ہے اور تمام اقوام عالم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتی ہے۔ اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے۔ نسل انسانی کی وحدت کا نظریہ وہ نظریہ ہے جس پر امن کی عمارت کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ قرآن مجید نے اس اصول کو یوں بیان فرمایا ہے:

یایھاالناس اتقواربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء.(۵۶)

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا ہے اور اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وماکان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا.(۵۷)

اور سب لوگ ایک ہی امت ہیں لیکن وہ آپس میں جھگڑتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون(۵۸)

یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس تم مجھ ہی سے ڈرو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن مجید کی یہ تمام آیات بینات وحدت نسل انسانی کے نظریہ کی علمبردار ہیں۔ پھر قرآن مجید کے معلم و مفسر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کس قدر فصیح انداز میں وحدت نسل انسانی کے نظریہ کی ترجمانی کی۔

عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (۵۹)

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے اور اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو اللہ کی عیال سے زیادہ محبت کرتا ہے۔

قرآن وحدیث کے مندرجہ بالا نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام انسان کو ایک عالمگیر وحدت کے رشتہ میں پروتا ہے اور اسے ایک اکائی تصور کرتا ہے۔ وہ انسانیت میں عالمگیر بھائی چارہ کی اسپرٹ پروان چڑھاتا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات کو فروغ دینے میں انسانی بھائی چارے کا اس سے زیادہ فطری مؤثر اور ہر خاص وعام کو اپیل کرنے والا کوئی دوسرا آفاقی تصور نہیں ہوسکتا۔

حق کی معاونت اور ظلم وعدوان سے اجتناب کی پالیسی پر عمل پیرا ہونا

نظریاتی ریاست ہونے کی حیثیت سے اسلامی ریاست قومی اور بین الاقوامی معاملات میں حق کی پاسداری اور ظلم وجور سے اجتناب کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کی پابند ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (۶۰)

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اسلامی ریاست تمام بنی نوع انسان کی حقیقی خیرخواہ، ان کے مفاد کی محافظ اور ان کے حقوق کیلئے عملی جدوجہد پر پختہ یقین رکھتی ہے وہ اپنے اس اصولی موقف سے کبھی بھی انحراف نہیں کرسکتی چنانچہ حق کی صورت میں ہر ممکن تعاون اور جدوجہد اور ناحق کی صورت میں عدم تعاون اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا اہم اصول ہے۔ سیاست خارجہ کے اولین مدبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتجربہ کار نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے خارجہ پالیسی کے اس اہم اصول کی وضاحت بڑے جامع، فصیح وبلیغ اور دلچسپ انداز میں فرمائی:

عن انس قال قال رسول اللہصلی اللہعلیہ وسلم انصر اخاک ظالما او مظلوما فقال رجل یا رسول اللہصلی اللہعلیہ وسلم انصرہ اذا کان مظلوماً افرایت اذا کان ظالما کیف انصرہ؟ فقال تحجزہ او تمنعہ من الظلم فان ذلک نصرہ(٦١)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں تو جب کوئی مظلوم ہوتا ہے اس کی مدد کرتا ہوں لیکن جب کوئی شخص ظالم ہو تو فرمائیے کہ میں اس کی کس طرح مدد کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کو ظلم سے روک دے۔ یہی اس کی مدد ہے۔

اسلام حق کی پاسداری اور ناحق سے بیزاری کا درس دیتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہعلیہ وسلم قال من نصر قومہ علی غیر الحق فھوا کالبعیر الذی ھوی فھوا ینزع بذنبہ.(٦٢)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص ناحق اپنی قوم کی مدد کرے اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کنویں میں گر پڑا ہے اور اسے دم کے ساتھ کھینچا جاتا ہے۔

عن واثلۃ بن الاسقع قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہعلیہ وسلم ماالعصبیۃ قال ان تعین قومک علی الظلم.(٦٣)

واثلہؓ بن اسقع سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول عصبیت کیا ہے۔ فرمایا ظلم پر تو اپنی قوم کی مدد کرے۔ا

قرآن وحدیث کے ان نصوص سے اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا یہ روشن اصول نکھر کر سامنے آتا ہے کہ وہ حق کی صورت میں تعاون اور ناحق اور ظلم وزیادتی کی صورت میں عدم تعاون کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کی شرعاً پابند ہے۔ وہ انسانیت عامہ کے مفاد اور فلاح وبہبود کیلئے معاون کا کردار ادا کرتی ہے اور بنی نوع انسان کے نقصان اور ظلم وجور کے خلاف حتی المقدور کوشش بروئے کار لاکر اس کے ازالہ کیلئے سرگرم عمل رہتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہد وپیمان کی پاسداری

اسلام میں عہد وپیمان کی پابندی کی تاکید کی گئی ہے۔ بین الاقوامی تعلقات کو فروغ دینے میں آپس کے عہد وپیمان کا ایفاء کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ بھائی چارے اور محبت وہمدردی کے جذبات کو پروان چڑھایا جاسکے۔ معاہدات کا احترام اور پابندی کرنے سے بدگمانی اور بے اعتمادی کی فضا جنم نہیں لے سکتی۔ سیاست خارجہ میں ہر ریاست کو دوسری ریاستوں سے مختلف النوع معاہدات ومواثیق کرنے پڑتے ہیں جن پر بعد میں توثیق کی جاتی ہے۔ اسلام کا دامن توثیق معاہدات کے سلسلہ میں بڑا وسیع ہے۔ اس کے نزدیک اگر برسرپیکار قوم بھی صلح ومصالحت کیلئے درخواست کرے تو جب تک اس سے مسلمانوں کو کوئی شدید نقصان نہ ہو یا اس میں کوئی کھلا ہوا دھوکہ فریب نہ نظر آتا ہو اس قوت تک اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ البتہ توثیق معاہدات کے سلسلہ میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ۔ اول یہ کہ اسلام کسی قوم یا گروہ سے کوئی ایسا معاہدہ کرنا جائز نہیں سمجھتا جو اسلام کی مبادیات پر اثرانداز ہوتا ہو۔ دوم یہ کہ فریقین آزادی وخود مختاری اور سکون قلب سے رضامند ہوں۔ سوم یہ کہ معاہدہ واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ہو۔ ان اصول وشرائط کے تحت جو معاہدہ کیا جائے اس کی پابندی اسلامی ریاست پر محض اخلاقی لحاظ سے ہی ضروری نہیں بلکہ اس کیلئے وہ قانونی طور پر مجبور ہے کہ اس پر وہ اپنی داخلی اور خارجی پالیسی کی بنیاد رکھے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بار بار سخت تاکید آئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یایھاالذین امنوا اوفوبالعقود (۶۴)

اے ایمان والو اپنے عہد وپیمان کو پورا کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا (۶۵)

اور عہد کو پورا کیا کرو۔ بے شک عہد کے بارے میں ضرور بازپرس ہوگی۔

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقدجعلتم اللہ علیکم کفیلاً: ان اللہ یعلم ما تفعلون. (۶۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اللہ کے عہد کو پورا کیا کرو جب بھی کوئی عہد باندھو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو جبکہ تم اللہ تعالی کو گواہ بھی بنا چکے ہو اللہ تعالی تمہارے سارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات میں ایک اسلامی ریاست کو اس بات کا پابند بنادیا گیا ہے کہ وہ اپنے عہد وپیمان کو پورا کرے۔ عہد وپیمان کو پورا کرنے کی ایک زریں اور روشن مثال معاہدہ صلح حدیبیہ سے ملتی ہے جس میں فریقین نے اس بات پر رضامندی کا اقرار کیا تھا کہ اگر قریش کا کوئی فرد اپنے سردار کی اجازت کے بغیر مدینہ منورہ چلا آئے تو محمد ﷺ اسے واپس کرنے کے ذمہ دار ہوں گے لیکن اگر پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھاگ کر مکہ آجائے تو اہل مکہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس معاہدے پر عمل پیرا ہونے کی اسلامی پالیسی کا اندازہ اسوہ حسنہ سے ملاحظہ کیجیئے:

عن ابی رافع قال بعثنی قریش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القی فی قلبی الاسلام فقلت یارسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم انی واللہ لا ارجع الیھا ابداً قال انی لا اخیس بالعھد ولا احبس البرد ولکن ارجع فان کان فی نفسک الذی فی نفسک الان فارجع قال فذھبت ثم اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسلمت. (٦٧)

ابو رافعؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھے قریش نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ میں نے جب حضور اقدس ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام اتر گیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں تو اب کبھی ان کے پاس واپس نہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں معاہدے میں غداری نہیں کرسکتا اور نہ سفیروں کو قید کرسکتا ہوں تم اس وقت واپس ہوجاؤ۔ پھر اگر تمہارے دل میں یہی جذبہ باقی رہے تو واپس آجانا۔ غرض اس وقت تو میں واپس ہوگیا اس کے بعد دوبارہ آکر اسلام لایا۔

عہد کی پابندی کا ایک اور واقعہ اسوہ نبوی ﷺ سے پیش کیا جاتا ہے:

عن حذیفة بن الیمان قال ما منعنی ان اشھد بدرا الا انی خرجت انا وابی حیل قال فاخذنا کفار قریش فقالوا انکم تریدون محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا ماتریدہ الا المدینة فاخذوامنا عھداللہ ومیثاقه لننصرفن الی المدینة ونقاتل معه فاتینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرناہ الخبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقال انصر فانفی لهم بعهدهم ونستعین الله علیهم. (۶۸)

حذیفہؓ بن الیمان سے روایت ہے کہ مجھے بدر میں آنے سے کسی چیز نے نہ روکا مگر یہ کہ میں نکلا اپنے باپ حسیل کے ساتھ۔ ہم کو قریش کے کافروں نے پکڑا اور کہا تم محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتے ہو۔ سو ہم نے کہا ہم ان کے پاس نہیں جانا چاہیتے بلکہ ہم مدینہ میں جانا چاہیتے ہیں۔ پھر انھوں نے ہم سے اللہ کا نام لے کر عہد اور اقرار لیا کہ ہم مدینہ کو پھر جاویں گے اور محمد ﷺ کے ساتھ ہو کر نہیں لڑیں گے۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو ہم نے یہ سب قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم مدینہ چلے جاؤ ہم ان کا اقرار پورا کریں گے اور ان پر اللہ سے مدد چاہیں گے۔

ایک دفعہ حضرت امیر معاویہؓ بلاد روم پر لشکر کشی کیلئے جا رہے تھے جبکہ ابھی معاہدہ کی مدت باقی تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ کا خیال تھا کہ معاہدہ کی مدت ختم ہوتے ہی حملہ کر دیا جائے لیکن ایک صحابی عمرو بن عنبسہ نے زمانہ صلح میں جنگ کی تیاری اور سرحدوں کی طرف فوج کی روانگی کو بھی بدعہدی سے تعبیر کیا اور امیر معاویہؓ کے پاس یہ پکارتے ہوئے پہنچے کہ اللہ اکبر وفاء لاغدر۔ حضرت امیر معاویہؓ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

من کان بینه وبین قوم عهد فلا یحلن عهدا ولا یشدنه حتی یمضی امده او ینبذ الیهم علی سواء (۶۹)

جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو اس میں کوئی تغیر و تبدیل نہ کرے تاوقتیکہ اس کی مدت گزر نہ جائے یا پھر اگر خیانت کا خوف ہو تو برابری کو ملحوظ رکھ کر اس کو ختم معاہدہ کا نوٹس دے دے۔

قرآن وحدیث سے معاہدات کی پابندی کی اہمیت بیان ہو چکی ہے۔ اسلام میں بدعہدی کی برائی میں بے شمار احادیث موجود ہیں جن کی بنا پر یہ فعل اسلام میں بدترین گناہ قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن عبدالله بن عمرو عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اربعة من کن فیه کان منافقاً اوکانت فیه خصلة من الاربع کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها انا حدث کذب واذا وعدا خلف واذا عاهدغدر واذا خاصم فجر (۷۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چار خصلتیں ہیں کہ جس میں پائی جائیں گی وہ خالص منافق ہوگا اور ان میں ایک خصلت بھی ہوئی تو وہ نفاق کی علامت ہے جب تک کہ وہ اس کو ترک نہ کردے جب وہ کوئی بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے جب معاہدہ کرے تو اس کو توڑ دے جب جھگڑے تو گالیاں دے۔

ایک اور حدیث نبی ﷺ ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لکل غادر لواء یوم القیامۃ یرفع لہ بقدرغدرہ الا ولا غادر اعظم غدراً من امیر عامۃ. (۷۱)

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر عہد شکن کا نشان قیامت کے دن اس کی عہد شکنی کے موافق بلند کیا جائے گا۔ خبردار کوئی عہد شکن عہد شکنی کے اعتبار سے امام عام سے بڑا نہیں (یعنی حاکم عام کی عہد شکنی سب سے بڑی عہد شکنی ہے)

ایفاء معاہدہ کی تاکید کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قیامت کے دن رسول عربی ﷺ بنفس نفیس عدالت خداوندی میں اس شخص کے خلاف مقدمہ دائر کریں گے جس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہوگی۔ یا معاہدین پر کسی قسم کا ظلم یا زیادتی کی ہوگی۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

الا من ظلم معاهدا او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئاً بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة. (۷۲)

خبردار جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا ان کے حقوق میں کمی کرے گا یا برداشت سے زیادہ ان پر بار ڈالے گا یا ان کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے گا تو اس کے خلاف میں قیامت کے دن مدعی بن کر دعوی دائر کروں گا۔

نقض عہد اور معاہدین پر دست درازی کرنے کی برائی میں بے شمار احادیث آئی ہیں جن کی بناء پر یہ فعل اسلام میں بدترین گناہ ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من قتل معاهداً لم يرح لائحة الجنة وان ريحهاليوجد من مسيرة اربعين

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عاماً (۷۳)
جو کوئی کسی معاہد کو قتل کرے گا اسے جنت کی بو تک نصیب نہ ہوگی حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔

اسلام میں معاہدہ توڑنے کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ فریق ثانی معاہدہ کی شرائط کو پورا نہ کرے دوسرے یہ کہ اس معاہدے سے کچھ بنیادی اسلامی قدریں مجروح ہورہی ہوں۔ ان دونوں صورتوں میں معاہدہ فسخ کرنے کا حکم ہے۔ پہلی صورت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

الذین عهدت منهم ثم ينقضون عهدهم فی كل مرة وهم لا يتقون. فاماتثقفنهم فی الحرب فشرد بهم من خلفهم لعلهم يذكرون. واماتخافن من قوم خيانة فانبذ اليهم علی سواء. ان الله لا يحب الخائنين. (۷۴)

جن لوگوں سے آپ نے معاہدہ کیا ہے پھر وہ اسے بار بار توڑدیتے ہیں اور وہ معاہدہ توڑنے میں ذرہ ڈرتے نہیں تو آپ اگر جنگ کی حالت میں ان پر قابو پالیں تو اقدام کرکے ان لوگوں کو بھی جو ان کے مدد گار ہیں منتشر کردیجیئے۔ شاید یہ لوگ اس اقدام سے کچھ نصیحت حاصل کریں۔ اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت یعنی بدعہدی کا قوی اندیشہ ہو تو اس معاہدہ کو اس طرح واپس کردیجیئے کہ وہ اور آپ اس میں برابر ہوجائیں اللہ تعالیٰ بدعہدی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دوسری صورت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وان نكثوا ايمانهم من بعد عهدهم وطعنوا فی دينكم فقاتلواائمة الكفر انهم لا ايمان لهم لعلهم ينتهون. (۷۵)

اگر وہ معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسموں یعنی معاہدوں کو توڑ دیں اور تمہارے دین کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں تو آئمہ کفر سے آپ جنگ کیجیئے کیونکہ اب ان کا معاہدہ باقی نہیں رہا عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آجائیں۔

اس صورت میں اسلامی ریاست کو اجازت ہے کہ وہ معاہدے کو ختم کردے لیکن ضروری ہے کہ وہ اپنے اس فیصلے سے فریق ثانی کو فوراً آگاہ کردے۔

قرآن وحدیث کے ان اصولوں پر سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاہدات کے ایفا اور ان کی تنسیخ کے متعلق اسلام کے یہ اصول وضوابط بین الاقوامی خیر سگالی اور امن وسلامتی کی فضا قائم رکھنے میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کے ان اصول معاہدات کا موازنہ دور حاضر کی ترقی یافتہ اقوام کے معاہدات سے کریں تو یہ راز کھل جاتا ہے کہ ان اقوام کے معاہدات کمزور اور پسماندہ اقوام کے حقوق کی حفاظت کے بجائے ان پر مزید بوجھ ڈالنے کے مترادف ہیں۔

غیر مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات کی نوعیت

ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہونے کی حیثیت سے اسلامی ریاست غیر مسلم ریاستوں سے تعلقات استوار کرنے میں اپنے نظریات سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتی چنانچہ مسلم ریاست اور غیر مسلم ریاست کے درمیان تعلقات کی نوعیت کے متعلق اسلام ایک جامع دستور رکھتا ہے۔ قرآن مجید ان تعلقات کو بڑے مدلل انداز میں واضح کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون (٧٦)

(اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ایسے لوگوں سے جو دوستی کریں گے وہی ظالم ہوں گے)

پہلی آیت میں ان غیر مسلمین کے ساتھ عدل وانصاف اور حسن سلوک کی ترغیب دی گئی ہے جو مسلمانوں کے دشمن یا ان سے برسرپیکار نہ ہوں ایسے غیر مسلموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ حسن سلوک اور عدل و نصاف کرنے سے نہیں روکتا۔ مسلمانوں کے لئے ہرگز یہ روا نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے صرف اس بناء پر مقاتلہ کریں کہ وہ مذہب اور دین میں ان کے مخالف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ دوسری آیت میں اللہ تعالی ان لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات سے روکتا ہے جو مسلمانوں کے خلاف برسر جنگ ہوں اور ان کے خلاف جارحیت کریں۔ مسلمانوں کو قتال و جدال کی اجازت صرف اس صورت میں دی گئی ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں پر زیادتی کریں اور ان کے حقوق پامال کریں یا دعوت اسلام کی راہ میں حائل ہوں۔ ایسی صورت ہو تو بے شک قتال وجدال واجب ہے تاکہ ظلم وزیادتی کا استیصال ہوجائے اور دعوت اسلامیہ کا راستہ صاف ہوجائے۔

اسلام جہاں اپنے مخالفین کے ساتھ خواہ وہ بت پرست مشرک ہی کیوں نہ ہو عدل اور حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے۔ وہاں وہ اہل کتاب کے ساتھ خصوصی رعایت بھی برتتا ہے کیونکہ وہ اصلاً آسمانی کتاب سے تعلق رکھتے ہیں لہذا ان کے اور مسلمانوں کے درمیان رشتہ اور قرابت ہے یعنی اس دین واحد کے اصولوں میں اتفاق ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین رہا ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینابہ ابراھیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوافیہ (۷۷)

(اس نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جس کو تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم نے ابراہیم علیہ السلام، موسی اور عیسی علیہ السلام کو کی تھی کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہوجاؤ۔

اسلام نے اہل کتاب کے ساتھ کھانے میں شرکت اور ان کا ذبیحہ کھانے کی اجازت دی ہے اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ اہل کتاب کے ساتھ اسلام کا روادارانہ سلوک اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے خصوصاً نصاری کو تو اسلام نے مسلمانوں کے دلوں میں بہت جگہ دی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنواالذین قالوا انا نصری ذلک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون (۷۸)

(تم ایمان لانے والوں کی دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا ہم نصاری ہیں یہ اس وجہ سے کہ ان میں عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غیر مسلمین سے موالات کے تعلقات کی نوعیت

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کا تعلق پیدا کرنے اور انہیں اپنا حلیف اور دوست بنانے کی ممانعت کے احکام موجود ہیں جس سے فوراً ذہن میں یہ سوال پیدا ہوجاتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یایھا الذین امنوا لا تتخذوالیھود والنصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانه منھم ان اللہ لایھدی القوم الظالمین فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم(۷۹)

(اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان کو اپنا دوست بنائے گا تو اس کا شمار بھی ان ہی میں ہے اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے وہ ان ہی میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی جن آیات میں موالات سے منع کیا گیا ہے ان کا تعلق دراصل ایسے لوگوں سے ہے جو اسلام کے دشمن اور مسلمانوں سے برسر جنگ ہوں۔ ان کی مدد کرنا اور پشت پناہی کرنا، انہیں رازدار بنانا اور ملی مفاد کے خلاف انہیں اپنا حلیف بنا کر ان کی قربت حاصل کرنا کسی مسلمان کے لئے ہر گز جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یایھاالذین امنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا. ودوما عنتم. قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینالکم الایت ان کنتم تعقلون ھانتم اولا تحبونھم ولا یحبونکم(۸۰)

(اے ایمان والو! اہل ایمان کے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے جو بات تمہارے لئے باعث زحمت ہو وہ ان کو محبوب ہے ان کا بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے ہم نے اپنے احکام واضح کردیئے ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو یہ تم ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔)

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لا یتخذالمؤمنون الکفرین اولیا من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیئی الا ان تتقوا منھم تقاۃ ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر (۸۱)

(مؤمنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست ہر گز نہ بنائیں جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کیلئے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

کفار کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کے ضمن میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

"یہ مضمون بہت سی آیات قرآنیہ میں مجمل اور مفصل مذکور ہے جس میں مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ موالات و دوستی اور محبت سے شدت کے ساتھ روکا گیا ہے ان تصریحات کو دیکھ کر حقیقت حال سے ناواقف غیر مسلموں کو تو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب میں غیر مسلموں سے کسی قسم کی رواداری اور تعلق کی بلکہ حسن اخلاق کی بھی کوئی گنجائش نہیں اور دوسری طرف اس کے مقابل جب قرآن کی بہت سی آیات اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات اور عمل سے خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے تعامل سے غیر مسلموں کے ساتھ احسان وسلوک اور ہمدردی و غمخواری کے احکام اور ایسے واقعات ثابت ہوتے ہیں جن کی مثالیں دنیا کی اقوام میں ملنا مشکل ہیں تو ایک سطحی نظر رکھنے والے مسلمان کو بھی اس جگہ قرآن وسنت کے احکام وارشادات میں باہم تعارض اور تصادم محسوس ہونے لگتا ہے مگر یہ دونوں خیال قرآن کی حقیقی تعلیمات پر طائرانہ نظر اور ناقص تحقیق کا نتیجہ ہوتے ہیں اگر مختلف مقامات سے قرآن کی آیات کو جو اس معاملہ سے متعلق ہیں جمع کر کے غور کیا جائے تو نہ غیر مسلموں کے لئے وجہ شکایت باقی رہتی ہے نہ آیات وروایات میں کسی قسم کا تعارض باقی رہتا ہے۔ اس لئے اس مقام کی پوری تشریح کر دی جاتی ہے جس سے موالات اور احسان وسلوک یا ہمدردی و غمخواری میں باہمی فرق اور ہر ایک کی حقیقت بھی معلوم ہوجائے گی اور یہ بھی کہ ان میں کونسا درجہ جائز ہے کونسا ناجائز اور جو ناجائز ہے اس کی وجوہ کیا ہیں؟ بات یہ ہے کہ دو شخص یا دو جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں ایک درجہ تعلق کا قلبی موالات یا دلی محبت ومودت ہے یہ صرف مؤمنین کے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مخصوص ہے غیر مومن کے ساتھ مومن کا یہ تعلق کسی حال میں قطعاً جائز نہیں۔

دوسرا درجہ مواسات کا ہے جس کے معنی ہیں ہمدردی و غیر خواہی اور نفع رسانی کے یہ بجز کفار اہل حرب کے جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے

تیسرا درجہ مدارات کا ہے جس کے معنی ہیں ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے جبکہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو یا وہ اپنے مہمان ہوں یا ان کے شر اور ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو۔ سورۃ آل عمران کی آیت مذکورہ میں "الا ان تتقوا منھم تقاۃ" سے یہی درجہ مدارات کا مراد ہے یعنی کافروں سے موالات جائز نہیں مگر ایسی حالت میں جبکہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرنا چاہو اور چونکہ مدارات میں بھی صورت موالات کی ہوتی ہے اس لئے اس کو موالات سے مستثنیٰ قرار دیدیا گیا ہے۔

چوتھا درجہ معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت و ملازمت اور صنعت و حرفت کے معاملات کیے جائیں یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔ بجز ایسی حالت کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ رسول کریم ﷺ اور خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کا تعامل اس پر شاید ہے۔ فقہا نے اسی بنا پر کفار اہل حرب کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے باقی تجارت وغیرہ کی اجازت دی ہے اور ان کو اپنا ملازم رکھنا یا خود ان کے کارخانوں اور اداروں میں ملازم ہونا یہ سب جائز ہے۔

اس تفصیل سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ قلبی اور دلی دوستی و محبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں اور احسان و ہمدردی و نفع رسانی بجز اہل حرب کے اور سب کے ساتھ جائز ہے۔ اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی سب کے ساتھ جائز ہے جبکہ اس کا مقصد مہمان کی خاطر داری یا غیر مسلموں کو اسلامی معلومات اور دینی نفع پہنچانا یا آپنے آپ کو ان کے کسی نقصان و ضرر سے بچانا ہو (۸۲)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک اسلامی ریاست غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے میں اسلام کے اصول و نظریات پر عمل پیرا ہونے کی پابند ہے وہ غیر مسلم ریاستوں سے اس طرح کے معاملات نہیں رکھ سکتی جس سے خود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے اپنے مفادات یا کسی دوسری اسلامی ریاست کے مفادات مجروح ہوتے ہوں۔ چنانچہ اس بحث کی روشنی میں چند مسائل کی وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ مسائل یہ ہیں کہ ایک اسلامی ملک دوسرے اسلامی ملک کے خلاف ایک غیر مسلم اتحادی کے ساتھ ہو کر جنگ میں شمولیت کرسکتا ہے جیسا کہ عراق کویت لڑائی میں امریکہ کے ساتھ سعودی عرب اور پاکستان نے عراق خلاف صف آرائی کی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان معاہدہ عدم جارحیت کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان تجارتی تعلقات کو فروغ دینے کی شرعی گنجائش اور اجازت ہے یا نہیں۔

عراق کویت جنگ میں امریکی مداخلت اور سعودی عرب اور پاکستان کا کردار

چند سال پہلے عراق نے ایک خودمختار اسلامی ریاست کویت پر جارحانہ حملہ کرکے اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔ جس پر مملکت سعودیہ نے امریکہ اور پاکستان سے مدد کی درخواست کی۔ سعودی حکومت کی اس درخواست پر امریکہ اور پاکستان نے عراق کے خلاف سعودی حکومت کی مدد کی۔ چنانچہ دیکھنا یہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست دوسرے اسلامی ملک کے خلاف غیر مسلم ریاست سے مدد کی درخواست کرسکتی ہے۔ علاوہ ازیں نزاع اور لڑائی دو اسلامی ملکوں کے درمیان ہو تو تیسرے اسلامی ملک کا کیا کردار ہونا چاہیے۔

عراق کویت جنگ کے سلسلے میں ہر ذی عقل شخص سمجھتا ہے کہ عراق نے تمام اخلاقی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے کویت پر جارحانہ قبضہ کرکے زیادتی کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ جب دو مسلمان ریاستیں آپس میں لڑپڑیں تو تیسری اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ ان میں مصالحت کرائے۔ جب کوئی فریق نہ مانے اور زیادتی پر آمادہ ہو تو پھر مظلوم کا ساتھ دینا چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وان طائفتن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما . فان بغت احداهما علی الاخری . فقاتلوا التی تبغی حتی تفی ء الی امراللّٰه. (۸۳)

اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑپڑیں تو ان میں صلح کرادو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن مجید کے علاوہ حدیث نبوی ﷺ بھی ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے کیلئے مجبور کرو یہاں تک کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

ولتاخذن علی یدی الظالم ولتاطرنہ علی الحق اطراً ولتقصرنہ علی الحق قصراً او لیضربن اللہ بقلوب بعضکم علی بعض. (۸۴)

اور تم ضرور ظالم کے ہاتھ کو پکڑو گے اور اس کو حق پر مائل کرو گے اور ان کو حق پر روکو گے۔ یا اللہ تعالیٰ تمہارے بعض کے دلوں کو بعض پر مارے گا۔

قرآن وحدیث کے ان احکام کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ عراق کویت جھگڑے کے تصفیے کیلئے ضروری تھا کہ کوئی بھی اسلامی ملک ثالثی کردار سے مصالحت کراتا اور مصالحت نہ ہونے کی صورت میں تمام اسلامی ملک ظالم کے خلاف متحد ہو کر مقابلہ کرتے اور اسے حق کی طرف مراجعت کرنے کیلئے مجبور کرتے لیکن ایسی کوئی کوشش نہ کی گئی بلکہ ایک غیر مسلم ملک امریکہ کو براہ راست جنگ کا فریق بنا کر عراق کے خلاف صف آرا کیا گیا۔ یوں یہ جنگ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست کی شکل اختیار کر گئی۔ امریکہ نے عراق کے خلاف جنگ کا مرکزی کردار ادا کرتے ہوئے سعودی عرب، پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کو اپنے برادر ملک کے ساتھ لڑایا لیکن افسوس کہ اس نازک صورت حال میں اسلامی ملک اپنے برادر اسلامی ملک کا اس حدیث نبوی ﷺ کے بموجب ساتھ دیتے:

المسلم اخوالمسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ. (۸۵)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے۔

پاک بھارت عدم جارحیت معاہدہ کی شرعی حیثیت

گزشتہ پچاس سالوں کے دوران پاکستان اور بھارت کے درمیان دو بڑی جنگیں بھی لڑی گئیں ہیں اور ہنوز ان کے درمیان کشمیر کا تصفیہ طلب مسئلہ ابھی باقی ہے۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً دونوں ممالک کی طرف سے معاہدہ عدم جارحیت کی بات چیت کی جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس معاہدہ کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر معلوم کیا جائے۔

معاہدات امن وصلح کے سلسلے میں فقہاء نے کتاب وسنت کی روشنی میں یہ ایک سوال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اٹھایا ہے کہ کیا کسی دشمن یا دوست ملک یا قوم سے دائمی معاہدہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ زیادہ تر فقہا اس طرف گئے ہیں کہ اہل کفر اور اہل شرک سے دائمی معاہدہ صحیح نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ بھی اسی خیال کے حامی ہیں۔ وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (آل عمران)

اور نہ کمزوری دکھاؤ اور نہ غمگین ہو تم ہی بلند رہوگے اگر تم مومن بن کر رہے۔

مطلب یہ ہے کہ صلح بجائے خود ایک کمزوری کی علامت ہے اور اللہ تعالی مومنین کو مستقل طور پر اس صورت میں رکھنا پسند نہیں کرتے۔ پھر اس لئے بھی یہ صحیح نہیں ہے کہ آئندہ ہوسکتا ہے کہ اسلام کے فروغ کے نقطہ نظر سے اس معاہدہ کو ختم کرنا ضروری معلوم ہو تو پھر معاہدہ شکنی کا ارتکاب کرنا پڑے گا۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اگر مطلق دائمی معاہدہ کرلیا جائے تو مستقل طور پر جہاد کے ترک کے مترادف ہوگا۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

لا تجوز المهادنة مطلقا من غير تقدير مدة لانه يفضی الی ترک الجهاد بالکلية (۸۶)

بغیر کسی مدت کی تعین کے مطلق معاہدہ صلح کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ایسا معاہدہ بالکلیہ جہاد کو ختم کردینے کے مترادف ہے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ کا رجحان اسی طرف ہے۔

فقہاء کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ دائمی معاہدہ قرآن پاک کے منشاء اور حضور ﷺ کے تعامل کے مطابق ہے کیونکہ اسلام میں اصل چیز تو امن ہے جنگ کسی شرعی ضرورت کی بنا پر کی جاتی ہے۔ یہ حضرات قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

فان اعتزلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللہ لکم علیھم سبیلاً (النساء)

اگر وہ تم سے جنگ سے باز آجائیں اور امن و صلح کی پیش کش کریں تو اب تمہارے لئے ان کے خلاف جنگ کا کوئی راستہ اللہ نے نہیں رکھا ہے۔

یہ حضرات پہلی آیت کو منسوخ قرار دیتے ہیں لیکن ان کے پاس نسخ کی کوئی دلیل نہیں ہے اور منسوخ ماننے کی ضرورت بھی نہیں ہے اس کا موقع و محل جدا ہے یعنی حالت جنگ کا وہ حکم ہے اور یہ مستقل صورت کا بیان ہے۔ امام ابو حنیفہ بھی اسی رائے کے قائل ہیں کہ اگر امام مصلحت سمجھتا ہے تو وہ مطلق اور دائمی معاہدہ بھی کرسکتا ہے اور مقید اور عارضی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی اگر دائمی معاہدہ کو توڑنے کا معقول سبب ہو تو وہ فریق ثانی کو اس سے مطلع کر کے اسے توڑ سکتا ہے۔(۸۷)

پاکستان اور بھارت کے درمیان معاہدہ عدم جارحیت تنازعہ کشمیر کے حل تک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس طرح مقبوضہ کشمیر کے حریت پسندوں کو زبردست نقصان پہنچے گا۔ دونوں ممالک کے درمیان اس طرح کے معاہدہ کے انعقاد سے مجاہدین کی مشکلات میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ یہ معاہدہ مستقل طور پر جہاد کے ترک کرنے کے مترادف ہو گا۔

پاکستان اور بھارت کے درمیان تجارت کو فروغ دینے کا معاہدہ:

اسلام آزاد تجارت کا حامی ہے۔ وہ ہر شخص کو اجازت دیتا ہے کہ وہ انفرادی یا اجتماعی طور پر جس مملکت میں چاہے تجارت کیلئے جائے خواہ وہ دوست ملک کا باشندہ ہو یا دشمن ملک کا۔ البتہ حالت جنگ میں یا تو وہ کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے یا پھر یہ کہ کوئی سودی کاروبار کرنے لگے تو اس کی اجازت نہیں ہو گی یا پھر اسلام کی حلال و حرام کی کوئی مستقل قید ٹوٹ رہی ہو مثلاً جنگ کی حالت میں اسلحہ کی خرید و فروخت پر پابندی ہو گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں اہل حرب کے ساتھ تجارت کی صراحت کچھ یوں ہے:

امام محمد نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں کہ مسلمان تاجر اہل حرب کے یہاں چاہے جو چیز لے جائے سوائے کراع و سلاح کے اور اگر حربیوں کے ہاں کچھ نہ لے جائے تو میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے۔ شیخ الائمہ سرخسی نے شرح سیر کبیر میں فرمایا ہے کہ کراع سے مراد ہر طرح کے گھوڑے، خچر، گدھے، اونٹ اور مال لادنے کے بیل ہیں اور تمام جنس سلاح ہے خواہ خرد ہو یا کلاں۔ اسی طرح جس لوہے سے ہتھیار بنائے جاتے ہیں اس کا بھرت کر کے دارالحرب میں لے جانا مکروہ ہے۔ اسی طرح حریر و دیباج اور قز جو غیر معمولی ہو تو اس کا لے جانا بھی مکروہ ہے۔ پیتل اور کانسہ اہل حرب کے یہاں لے جانے میں مضائقہ نہیں ہے اور یہی حکم قلعی کا ہے اس واسطے کہ غالباً ان کا استعمال ہتھیاروں میں نہیں ہوتا اور اگر وہ لوگ غالب ہتھیار اپنے اس سے بناتے ہوں تو ان میں سے کسی چیز کا ان کے یہاں لے جانا حلال نہیں ہے اور زندہ پرندوں یا مذبوحہ کا مع بازوں کے اہل حرب کے یہاں لے جانا روا نہیں اس واسطے کہ غالباً ان کے بازو کے پروں سے نشاب و نیل کی ڈنڈی لگائی جاتی ہے اور اگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عقاب کے بازوں کے پروں سے ایسا کیا جاتا ہو تو اس کا بھی اس طور سے داخل کرنا روا نہیں ہے اور اگر وہ شکاری کے واسطے اس ملک میں جاتے ہوں تو ان کا وہاں لے جانا روا ہے اور باز وصقر کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر مسلمان نے امان لے کر دار الحرب میں تجارت کے واسطے جانے کا قصد کیا حالانکہ اس کے ساتھ اس کا گھوڑا اور ہتھیار ہیں کہ جس کو اہل حرب کے ہاں فروخت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اس کے ساتھ لے جانے سے منع نہ کیا جائے گا لیکن یہ اس وقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اہل حرب اس سے ان چیزوں کے واسطے کچھ معترض نہ ہوں گے اسی طرح باقی سواری کے جانوروں کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر یہ تاجر ان چیزوں میں سے کسی چیز کی نسبت متہم ہو کہ ان کے ہاتھ بیچنے کے واسطے لے جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی قسم لی جائے گی کہ میں بیع کے واسطے ان چیزوں کو نہیں لے جاتا ہوں اور فروخت نہ کروں گا یہاں تک کہ اس کو دار الحرب سے دار السلام میں نکال لاؤں الا بوجہ ضرورت وسختی پیش آنے کے۔

پس اگر اس نے اس طور پر قسم کھالی تو تہمت مذکور اس کے ذمہ سے دور ہو جائے گی اور دار الحرب میں لے جانے دیا جائے گا اور اگر اس نے قسم نہ کھائی تو ان میں سے کوئی چیز دار الحرب میں نہ لے جانے پائے گا اور روکا جائے گا۔ اس طرح اگر دریا کی راہ سے مال تجارت کشتی میں بھر کر لے جانا چاہا تو بھی یہی حکم ہے۔(۸۸)

اسلام تجارت میں ایسے طریقے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا جس سے ذخیرہ اندوزی کی صورت پیدا ہو۔ تجارتی ٹیکس لگانے کی اسلام اجازت دیتا ہے لیکن ایسا ٹیکس جو اخلاق کے منافی اور ظلم کی حد تک پہنچتا ہو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ عہد نبوی ﷺ اور عہد صدیقی میں کوئی تجارتی ٹیکس اسلامی سلطنت میں نہیں لیا جاتا تھا لیکن حضرت عمرؓ کے دور میں جب مسلمان تاجر دوسرے ممالک میں تجارت کی غرض سے جاتے تھے تو غیر ممالک ان سے ٹیکس وصول کرتے تھے جس پر آپؓ نے اسلامی ریاست میں آنے والے تاجروں پر ٹیکس عائد کیا۔ چنانچہ امام ابو یوسف لکھتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰؓ اشعری نے عمر بن الخطابؓ کو لکھا کہ "ہمارے ملک کے مسلمان تاجر جب حربی علاقوں میں جاتے ہیں تو وہ لوگ ان سے دسواں حصہ وصول کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں انہیں یہ لکھا کہ تم بھی ان سے اسی طرح (عشر) وصول کرو جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں۔ ذمیوں سے بیسواں حصہ لیا کرو اور مسلمانوں سے ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم وصول کرو۔ دو سو درہم سے کم پر کچھ نہ لو۔ مال دو سو کا ہو تو اس میں سے پانچ درہم لو۔ اس سے زیادہ ہو اسی حساب سے وصول کرو۔(۸۹)

حضرت عمرؓ کے دور میں یہ ٹیکس ایک ظلم کے انسداد کیلئے لیا گیا تھا اس سے بندگان خدا کی نقل و حرکت پر پابندی عائد کرنی مقصود نہیں تھی چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہ وضاحت بھی کردی کہ اگر وہ ٹیکس لینا چھوڑدیں تو

ونحن احق بمکارم الاخلاق

تو ہم مکارم اخلاق کی طرف سب سے پہلے سبقت کریں گے۔

اگر بفرض محال کوئی غیر مسلم حکومت کسی اسلامی ملک کے باشندے کا کل مال تجارت ٹیکس میں لے لے تو بھی اس ملک کے تاجروں کے ساتھ یہ سلوک اسلامی ملک میں نہیں کیا جائے گا۔ اس کی وجہ فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ ''لانہ غدر'' یہ ایک طرح کی بد عہدی اور فریب دہی ہے وہ کریں تو کریں ہم نہیں کرسکتے۔(۹۰)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہوجاتا ہے کہ اسلامی ریاست بین الاقوامی تعلقات کے سلسلہ میں اسلام کے عالمگیر اصولوں کی پابند ہوتی ہے۔ ان اصولوں کی خلاف ورزی وہ کبھی بھی نہیں کرسکتی جبکہ ایک غیر اسلامی ریاست کسی اصول اور نظریے کی پابند نہیں ہوتی بلکہ وہ بین الاقوامی تعلقات میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

۱.	اسلامی نظریہ حیات ، مؤلفہ خورشیداحمد ص:۴ شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ کراچی یونیورسٹی کراچی.
۲.	سورۃ الحج:۴۱
۳.	سورۃ الحدید:۲۵
۴.	سورۃ المائدہ:۴۴
۵.	سورۃ الاعراف:۳
۶.	سورۃ یوسف:۴۰
۷.	سورۃ آل عمران:۱۵۴
۸.	مولاناابوالاعلی مودودی، اسلامی ریاست ص:۳۶۷، اسلامک پبلیکیشنز ، لاہور
۹.	شیخ محمد الخضری، اصول الفقہ ص:۱۹، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر
۱۰.	خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات ص:۴۷۹
۱۱.	ایضاً ص:۴۸۳
۱۲.	زاہد حسین انجم، پاکستان کی خارجہ پالیسی ص:۱۵ ، نیو بک پیلس لاہور.
۱۳.	ایضاً ص:۲۵
۱۴.	مشکواۃ المصابیح، ج:۲، باب المفاخرۃ والعصبیۃ ص:۵۰۰، مطبع سعیدی قرآن محل کراچی.
۱۵.	مولانا شبلی نعمانی ، سیرۃ النبی،ج:۲ ص:۱۵۸، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد.
۱۶.	سورۃ الاحزاب:۱
۱۷.	سورۃ الاحزاب:۴۸
۱۸.	ابن ہشام ، السیرۃ النبویۃ، الجز الثانی ص:۱۴۷، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹. ایضاً:۱۴۹

۲۰. ایضاً:۱۴۹۔۱۵۰

۲۱. ابن قیم ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ، الجز الثانی ص:۱۴۴ ، داراحیاء التراث العربی ، بیروت، لبنان

۲۲. ایضاًص:۱۴۴۔۱۴۵

۲۳. زاہد حسین انجم، پاکستان کی خارجہ پالیسی ص:۲۲۔۲۳ ، نیو بک پیلس لاہور.

۲۴. سورۃ آل عمران:۶۳

۲۵. سورۃ سبا:۲۸

۲۶. سورۃ الاعراف:۱۵۸

۲۷. ابن اثیر، تاریخ الکامل، ج:۲ ص:۶۱ ، دارصادر للطباعہ والنشر، بیروت

۲۸. پروفیسر محمد صدیق، رسول اکرمؐ کی سیاست خارجہ ص:۳۱ شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ پبلیشرز

۲۹. سورۃ آل عمران:۱۰۴

۳۰. فتح القدیر للشوکانی ج:۱ ص:۳۳۸، بحوالہ معروف ومنکر ، سید جلال الدین عمری،ص:۲۶ ، اسلامک پبلیکیشنز لاہور.

۳۱. سورۃ الحجرات:۱۸

۳۲. شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہالبالغہ(اردو)ص:۲۷۰ ، دارالاشاعت کراچی.

۳۳. سورۃ الانعام:۱۵۳

۳۴. سورۃ آل عمران:۱۰۳

۳۵. شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہالبالغۃ،ص:۲۷۰

۳۶. صحیح مسلم شریف مع شرح نودی، ج:۶ ، کتاب البر والصلۃ والادب ص:۲۲۱ خالد احسان پبلیشرز، لاہور

۳۷. صحیح بخاری شریف، ج:۳، باب تعاون المومنین بعضھم بعضا،ص:۳۶۸ مطبع سعیدی قرآن محل کراچی.

۳۸. سورۃ النساء:۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۹. سورۃ الانفال:۴۷
۴۰. مولانا مودودی، اسلامی ریاست ص:۶۴۱.۶۴۲
۴۱. سورۃ المائدہ:۳۲
۴۲. سورۃ الانفال:۶۱
۴۳. جامع ترمذی ، ج:۱، ابواب الاحکام،ص:۶۱۳، مطبع سعیدی قرآن محل کراچی
۴۴. فتاوی عالمگیری مترجم سید امیرعلی مرحوم، ج:۳ کتاب السیر ص:۳۴۸، حامد اینڈ کمپنی اردوبازار لاہور.
۴۵. مفتی محمد شفیع ، جواہر الفقہ، ج:۲ ص:۲۰۱ ، مکتبہ دارالعلوم کراچی.
۴۶. سورۃ النساء:۵۸
۴۷. سورۃ المائدہ:۸
۴۸. سورۃ آل عمران:۱۸
۴۹. سنن نسائی ، ج:۳، کتاب ادب القضاۃ ص:۴۵۰ ، حامد اینڈ کمپنی پبلیشرز، لاہور
۵۰. مولانا مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورت ،ص:۴۲،مرکزتحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور.
۵۱. سورۃ البقرہ:۱۹۴
۵۲. سورۃ النحل:۱۲۶
۵۳. سورۃ الشوری:۴۰
۵۴. مشکواۃ المصابیح، ج:۲، باب الرفق والحیاء، وحسن الخلق ص:۵۴۲
۵۵. ایضاً، باب الغضب والکبر ص:۵۴۶
۵۶. سورۃ النساء:۱
۵۷. سورۃ یونس:۱۹
۵۸. سورۃ المومنون:۵۲
۵۹. مشکواۃ المصابیح، ج:۲، باب الشفقۃوالرحمۃ علی الخلق ، ص:۵۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

٦٠. سورة المائده:٢
٦١. صحيح بخاری شریف، ج:٣ ، كتاب الاكراه ص:٦٨٨
٦٢. مشکواة المصابيح، ج:٢، باب المفاخره والعصبية ص:۴۳۵، مکتبه رحمانیه لاہور.
٦٣. ایضاً
٦۴. سورةالمائده:١
٦٥. سورة بنی اسرائیل:۳۴
٦٦. سورة النحل:٩١
٦٧. مشكواةالمصابيح، ج:٢، باب الامان ص:٣٠٥،مطبع سعیدی قرآن محل کراچی.
٦٨. صحيح مسلم شريف مع شرح نووی ج:٥ ، كتاب الجهاد والسير ص:٦٧
٦٩. مشكواة المصابيح، ج:٢،الامان ،ص:٣٠۴
٧٠. سنن نسائی، ج:٣ ، كتاب الايمان وشرالعه ص:٣٧٦، حامد اینڈ کمپنی پبلیشرز لاہور.
٧١. صحيح مسلم شريف شرح نووی ج:٥كتاب لجهاد السير،ص:٥
٧٢. مشكواة المصابيح، ج:٢ باب الصلح،ص:٣٢٦
٧٣. ابن حجر عسقلانی، بلوغ المرام ،باب الجزية والهدنة، ص:٢٧٢، نورمحمد اصح المطابع کتب آرام باغ، کراچی.
٧۴. سورة الانفال:٥٦.٥٨
٧٥. سورة التوبه:١٢
٧٦. سورة الممتحنه:٨.٩
٧٧. سورة الشوری:١٣
٧٨. سورة المائده:٨٢
٧٩. سورة المائده:٥١.٥٢
٨٠. سورة آل عمران:١١٨
٨١. سورة آل عمران:٢٨

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸۲. مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ، جلد دوم ص:۵۰۰. ۵۱، ادارۃ العارف کراچی
۸۳. سورۃ الحجرات:۲۸
۸۴. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم، باب الامر بالمعروف ۴۸۳، مکتبہ رحمانیہ، لاہور.
۸۵. ایضاً باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص:۴۳۶
۸۶. المغنی لابن قدامہ جلد :۲ ص:۴۵۹ بحوالہ اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات ، مؤلفہ مولانا مجیب اللہ ندوی ص:۱۱۴.۱۱۵ ، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور.
۸۷. مولانا مجیب اللہندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات ،ص:۱۱۵.۱۱۶
۸۸. فتاوی عالمگیری(مترجم) مولانا سید امیر علی مرحوم، ج:۳ ص:۴۱۷، حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور.
۸۹. اسلام کا نظام محاصل ترجمہ کتاب الخراج لامام ابویوسف مترجم محمد نجات اللہصدیقی ص:۶۰۴، مکتبہ چراغ راہ کراچی.
۹۰. مولانا مجیب اللہندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول تصورات ،ص:۱۶۰.۱۶۱

© rasailojaraid.com